1.

THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, May 03, 2010

(61st Session)

Volume V No. 02

(Nos. 01-14)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran……………………….……	1
2.	Leave of Absence ……………………………………….	2-3
3.	Introduction of the Bill:	
	The National Democracy Commission Bill, 2010……..	4-11
4.	Laying of Report on the Performance of the Government….	12-15
5.	Motion under Rule 194: Unemployment in the Country…….	16-58

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume V No.02 | **SP. V (02)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, May 03, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty one minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُبِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَمَا قَدَرُوْا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ □ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ۔ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ
قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِآىْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور یہ زمین قیامت کے دن سب اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائے گا جو کوئی آسمانوں اور جو کوئی زمین میں ہے مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو یکایک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جاوے گی اور نبی اور گواہ لائے جاویں گے اور ان میں انصاف سے فیصلہ کیا جاوے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور ہر شخص کو جو کچھ اس نے کیا تھا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

(سورۃ الزمر آیات 67 تا 70)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ .Leave applications جناب محمد ہمایوں خان صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 30 اپریل تا 7 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 30 اپریل تا 7 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ایس۔ایم ظفر صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 3 تا 5 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 اپریل تا 5 مئی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق اے تھہیم (وزیر برائے لوکل گورنمنٹ و دیہی ترقی) نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری مصروفیات کے باعث آج مورخہ 3 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ جناب بابر خان غوری (وزیر برائے بندرگاہیں و جہاز رانی) نے اطلاع دی ہے کہ وہ ملک سے باہر جا رہے ہیں۔ اس لیے مورخہ 3 تا 7 مئی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ میر ہمایوں عزیز کرد (وزیر برائے لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ) نے اطلاع دی ہے کہ وہ medical check up کے سلسلے میں کراچی میں ہیں۔ اس لیے مورخہ 7 مئی تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں

گے۔ میر اعجاز حسین جکھرانی (وزیر برائے کھیل) نے اطلاع دی ہے کہ وہ سرکاری دورے پر ملک سے باہر ہیں۔ اس لیے مورخہ 6 مئی تک اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ Bill to be introduced, we may now take up item No.2. جی راجہ صاحب۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: چند دن پہلے petrol, diesel اور مٹی کے تیل کی قیمتیں بڑھائی گئی ہیں، اس سے نہ صرف عام آدمی کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی ہے بلکہ اس کا ساری economy پر اتنا منفی اثر پڑا ہے جس کا حکومت کو کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کر دیا ہے۔ IMF کے کہنے پر آئے روز جو اس طرح کی حرکات کی جاتی ہیں، اس سے پاکستان کی economy بیٹھنے کے قریب آ گئی ہے۔ اس کو واپس لیا جائے، ہم اس سلسلے میں احتجاجاً walkout کرتے ہیں۔

(اس موقع پر Opposition کے اراکین ایوان سے walk out کر گئے)

جناب چیئرمین: اصل میں جو decision ہے کہ points of order آخر میں لئے جاتے ہیں۔

مخدوم شہاب الدین(وزیر برائے صحت): جناب! اگر یہ میری گزارش سن لیتے تو شاید walk out نہ کرتے۔

Mr. Chairman: Points of order, we will take up in the end of the day جو کہ فیصلہ ہوا ہے ورنہ بڑی مشکل ہو جائے گی۔ جی، وسیم سجاد صاحب چلے گئے ہیں، ان کا item No.2 ہے، ان کو بلا لائیں، جی آ جائیے۔ نہیں، سارے points of order بعد میں ایک ساتھ لیں گے ورنہ پھر House نہیں چلے گا جو business ہے، کچھ resolutions, motions ہیں، سب رہ جائیں گے۔ Points of order ہر دفعہ لئے جاتے ہیں، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا point of order نہیں سنا جاتا، انشاء اللہ تعالیٰ بالکل سنا جائے گا۔ کوئی بات نہیں ہے، parliamentarians have got a right to redress, they have got a right, freedom of speech is there جی۔

(اس موقع پر اپوزیشن اراکین walkout کے بعد ایوان میں تشریف لے آئے)

Mr. Chairman: We may not take up Item No. 2. Wasim Sajjad sahib, would you like to move Item No. 2?

Senator Wasim Sajjad (Leader of the Opposition): Yes sir, I would like to move Item No. 2.

Mr. Chairman: Yes, please.

Introduction of the Bill

The National Democracy Commission Bill 2010

سینیٹر وسیم سجاد: جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ کچھ عرصہ قبل میں نے ایک بل پیش کیا تھا، جس کا نام تھا Pakistan Sovereignty Bill, وہ کمیٹی میں چلا گیا تھا، اس کی اپنی ایک اہمیت تھی اور مجھے یہ یقین ہے کہ کمیٹی سے وہ ایک بہتر صورت میں ایوان کے سامنے آجائے گا۔

آج میں اتنا ہی ایک اہم بل جس کا نام ہے The National Democracy Commission Bill, 2010 یعنی جمہوریت کمیشن بل 2010۔ اس کمیشن کی تشکیل کچھ اس طرح سے ہے کہ اس کے صدر وزیراعظم پاکستان ہوں گے، اس میں Leader of the Opposition قومی اسمبلی، Leader of the Opposition Senate, Leader of the House Senate اور اس کے علاوہ 4 نمائندے civil society کے جو کہ دو سال کے لیے ہوں گے۔ 2 eminent journalists جو print media سے بھی ہو سکتے ہیں، electronic media سے بھی ہو سکتے ہیں، ان میں سے ایک خاتون، 4 نمائندے major political parties کے، major political parties کا مطلب یہ ہے کہ وہ parties جنہوں نے پچھلے الیکشن میں highest votes لیے ہیں اور President Supreme Court Bar Association. ہوں گے۔ یہ میری تجویز ہے کہ اس کمیشن کی تشکیل اس طریقے سے ہو۔

اس کمیشن کا مقصد کیا ہوگا۔ اس کا بنیادی مقصد پاکستان میں جمہوریت کو مستحکم کرنا، جمہوریت کو مضبوط کرنا اور جمہوری culture کو فروغ دینا ہوگا۔ مجھے کیوں محسوس ہوا کہ اس کی ضرورت ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ الیکشن ہونے کے بعد پاکستان میں جمہوریت آجاتی ہے، یہ ایک ابتداء ہے، جمہوریت کے راستے میں ایک قدم ہے لیکن جمہوریت کو قائم کرنے کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ جمہوریت کے لیے احترام۔ جناب! میں نے دیکھا ہے اور میرے خیال میں میرے ساتھیوں نے بھی محسوس کیا ہو گا کہ جب پاکستان میں جمہوریت آتی ہے تو کچھ طبقے اس

کے خلاف بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ جو وزیر ہے یہ تو میٹرک pass ہے، کبھی کہتے ہیں کہ اس نے فائل پر "س" لکھ دیا ہے، اس کو سمجھ نہیں آرہی۔ اخبارات میں بھی دیکھتا ہوں کہ یہاں پر تو جعلی ڈگری والے ہیں یعنی اگر اس قسم کی دو چار چیزیں مل جائیں تو سارا ادارہ جو قوم کی نمائندگی کرتا ہے اسے degrade کیا جاتا ہے اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ یہ ایک عوام کا نمائندہ ادارہ ہے اور نہ صرف یہ کہ ایک sovereign ادارہ ہے بلکہ پاکستان کے آئین کے تحت بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہے جس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ sovereignty belongs to Allah لیکن اس sovereignty کا، اس حاکمیت کا جو اظہار ہے، استعمال ہے اس کے تحت جو اختیارات ہیں، وہ عوام کے منتخب نمائندے یعنی قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلیاں اپنے دائرے میں استعمال کرتی ہیں لیکن یہاں پر محسوس ہوتا ہے کہ وہ culture یعنی جمہوریت کا احترام ہو کہ یہ ایک پارلیمنٹ ہے، بجائے اس کے کہ ہم کہیں کہ یہاں پر فلاں جعلی ڈگری والا ہے، فلاں ان پڑھ ہے۔ جناب والا! ایک ادارے کے طور پر اگر ہمیں انسان کا احترام کرنا ہے، انسانی اظہار کا احترام کرنا ہے اور اگر ہم واقعی اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جمہوریت ہونی چاہیے تو ہمیں اس جمہوری ادارے کا احترام کرنا چاہیے۔ ایک تو اس کا مقصد یہ ہوگا اس culture کو فروغ دینا۔

نمبر2، وہ کس طرح ہوگا۔ اب میرے ذہن میں ایک نقشہ ہے اور ضروری نہیں کہ یہ حتمی نقشہ ہو۔ میں چاہوں گا کہ یہ بل کمیٹی میں جائے، اس میں میرے ساتھیوں کی، ممبران قومی اسمبلی اور Senators کی آراء شامل ہوں، اس کو کس طرح بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ جب کمیشن بن جائے تو اس کا مقصد political parties کو مضبوط کرنا ہے۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ political parties کی funding کرنا اور funding کی بنیاد بھی ان کی پچھلے الیکشن کے votes ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں پر اگر ایک غریب آدمی کو آگے لانا ہے، ایک حقیقی نمائندے کو آگے لانا ہے، وہ journalist بھی ہو سکتا ہے، کوئی دکاندار ہو سکتا ہے، کوئی ڈاکٹر ہو سکتا ہے، سارے مالدار نہیں ہوتے۔ جرمنی میں، فرانس میں، بہت سے ممالک میں political parties کو financially امداد دی جاتی ہے تاکہ وہ صحیح لوگوں کو سامنے لا سکیں، اس کے لیے ایک طریقہ کار طے کرنا، میرے نزدیک اس کمیشن کے function میں شامل ہونا چاہیے۔

Political Parties میں reforms کہ ہم کیسے political parties کو زیادہ مضبوط کر سکتے ہیں، کچھ تو ہم نے آئین میں چیزیں رکھیں، کچھ کوتاہیاں ہوں گی جس کے بارے میں تنقید ہو رہی

ہے کہ آپ نے الیکشن کی چیز نکال دی ہے۔ اس کا بھی ایک framework بنانا کہ اسے ہم کیسے مضبوط کر سکتے ہیں۔ یہ جو political parties کا سارا سسٹم ہے کہ اس کے الیکشن کس طرح ہوں گے، کس طرح لوگ آگے لائے جائیں گے، کس طرح candidates کی selection ہو گی۔ اس سلسلے میں دنیا میں مختلف طریقہ کار ہیں، مثلاً انگلستان میں جو political party کا نمائندہ ہوتا ہے وہ حلقہ منتخب کرتا ہے، جو constituency ہوتی ہے، وہاں کی جو political force ہوتی ہے، پارٹی ہوتی ہے، وہ کہتی ہے کہ یہ ہمارا نمائندہ سینیٹ کے لیے ہونا چاہیے، یہ ہمارا نمائندہ صوبائی اسمبلی کے لیے ہونا چاہیے۔ یہ تو وہ خدوخال ہیں جو میرے ذہن میں ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ یہ ایک حتمی چیز ہے۔ میں چاہوں گا کہ اگر میرے فاضل دوست Leader of the House اس کو oppose نہ کریں اور یہ کمیٹی میں چلا جائے۔ یہ کوئی ایک پارٹی کا بل نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس کی حمایت کریں، یہ تمام parties کا بل ہونا چاہیے، اس میں آپ سب کی آراء شامل ہوں کہ کس طرح پاکستان میں جمہوری culture کو، جمہوری روایات کو صحیح معنوں میں مضبوط کیا جائے اور فروغ دیا جائے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست اس کی مخالفت نہیں کریں گے، یہ کمیٹی میں جائے گا اور یہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک اہم ترین بل ہو گا، اتنا ہی اہم جتنا Pakistan Sovereignty Bill جو کہ میں نے پہلے پیش کیا تھا۔

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب! Is it opposed?

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): میری گزارش یہ ہے کہ Wasim Sajjad is a very senior parliamentarian, objects and reasons before getting a leave, اس سے پہلے انہوں نے فرما دیا، بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جمہوریت کے لیے اس ملک کی بیشتر political parties نے، ان کی leadership نے بہت ساری sacrifices دی ہیں اور جو objects and reasons دیے ہیں thanks God اور یہ بل وسیم سجاد صاحب کی جانب سے آیا، ان کو احساس ہوا کہ یہ frequent military interventions کو روکنے کے لیے ہے۔ اس کے لیے recently جو 18th Amendment میں provisions add کی گئی ہیں وہ اسی بارے میں تھیں کہ in future military interventions بھی نہ ہوں اور ان کو legitimacy بھی نہ ملے۔ میں سمجھتا ہوں کہ objects and reasons میں ان کو احساس ہو جانا اور یہ بڑی خوش آئند بات ہوتی ہے کہ ان کو آج یہ موقع ملا۔ I wouldn't oppose this Bill, یہ I seek leave کرتے ہیں، I

wouldn't oppose this Bill, let it go to the Committee. Let be there in put from all political parties. جمہوریت کی مضبوطی کے لیے، جمہوری نظام کے لیے، جمہوری اداروں کے لیے بلاشبہ قانون سازی کو کوئی شخص oppose نہیں کرے گا اور پاکستان پیپلز پارٹی نے اس کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں، ہم قطعاً کسی ایسی قانون سازی کی مخالفت نہیں کریں گے کہ جس سے جمہوریت کو اور جمہوری اداروں کو استحکام ملے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں گزارش کروں گا کہ Standing Committee میں اگر ہر پارٹی کا نمائندہ شامل کر لیا جائے تو------

جناب چیئرمین: پہلے motion تو آنے دیجیے۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! میں ذاتی طور پر اس بل کی مخالفت بھی کرتا ہوں کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بل میں انہوں نے جو کمیشن تشکیل دیا ہے، وزیر اعظم، Leader of the Opposition ہمارے ایوان سے قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف، یہ تو already ہیں۔ اس ایوان میں بھی یہ بیٹھے ہیں، پارٹیوں کے پارلیمانی leaders بھی ہیں، یہ چار آدمی اور ان کے ساتھ صرف چار بڑی پارٹیوں کے نمائندے جیسے اس میں لکھا کہ جنہوں نے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہوں، پھر یہ طریقہ کار بھی نہیں ہے کہ آپ journalists کیسے منتخب کریں گے، کون منتخب کرے گا، civil society سے کون لوگ لائے جائیں گے، اس کا کیا طریقہ ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس بل کے پیش کرنے سے پہلے اگر میرے محترم وسیم سجاد صاحب کم از کم اس ایوان کے پارلیمانی پارٹی کے لیڈروں کو بٹھاتے، ان کے ساتھ مشورہ کرتے اور پھر کوئی بل لاتے تو بہتر بھی ہوتا۔ موجودہ صورت میں تو یہ ایک ایسا ادارہ ہو گا جو کہ حکومت سے پیسے لے گا، حکومت پر بوجھ بھی ہو گا، اس کا اپنا سیکرٹریٹ بھی ہو گا، اس میں لکھا گیا ہے کہ حکومت اس کا commission سرکاری گزٹ نوٹیفکیشن کے ذریعے کرے گا، اس کے تمام اخراجات وغیرہ بھی دیے جائیں گے۔ میں اس Bill کے مقاصد نہیں سمجھ سکا۔ کیا تمام parties کے یہ مقاصد نہیں ہیں؟ اگر parties کے اندر جمہوریت کی بات ہے تو کون سی پارٹی ہے جو یہ claim کرتی ہے کہ اس کے اندر جمہوریت نہیں ہے۔ میں جس پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں، اس کے اندر جمہوریت ہے، ہمارے ہاں الیکشن بھی ہوتے ہیں۔

قائدِ ایوان نے اس کو oppose نہیں کیا، چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہم سے مشورہ کرتے، میں پھر بھی یہ استدعا کروں گا کہ اس Bill کو regular Committee میں نہ بھیجیں، اس میں چند parties کی نمائندگی ہوتی ہے۔ آپ اس ایوان کے تمام پارلیمانی leaders سے کہیں کہ وہ اپنا ایک ایک نمائندہ دیں اور ایک خصوصی کمیٹی بنائیں جہاں یہ معاملہ discuss ہو۔ اگر ایسا کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کو oppose کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! آپ کی بڑی مہربانی۔ میں اس Bill کو oppose کرتا ہوں۔ اس میں جو کچھ ہے وہ already ہمارے آئین میں اور ہمارے مختلف acts میں موجود ہے۔ جناب والا! اس Bill کی Clause 10 کو دیکھیں

Directives and Recommendations:− Directives and Recommendations of the Commission shall be binding on the Federal and Provincial Governments and all other authorities in the country.

جناب والا! جو کچھ ہم آئینی طور پر حاصل کر چکے ہیں، کیا ہم اس سب سے دستبردار ہوجائیں۔ یہاں جیسا کہ ذکر ہے لوگوں کو recommend کرنے کا، جو members بنیں گے Commission کے، یعنی کون سی وہ الیکشن authority ہے جو civil society والوں کو بھیجیں گے، جو journalists کو بھیجیں گے، وہ کون سی authority ہے؟ اس لیے جناب والا! ہم اس کو oppose کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ خیال تو بہت اچھا ہے اور ہمیں اس کو ضرور pursue کرنا چاہیے لیکن جیسا کہ میرے اور ساتھیوں نے بھی کہا ہے اور خود محترم وسیم سجاد نے بھی یہ بات کہی ہے کہ یہ ابھی ان کے بہت ابتدائی خیالات ہیں ۔ اس میں تین چار چیزیں ہیں جن کی طرف ہمیں دیکھنا پڑے گا۔ ایک یہ ہے کہ فی الحقیقت اس کا role کیا ہوگا کیونکہ محض ایک directive issue کردینا کافی نہیں ہے، اس سے anomalies بھی پیدا ہوں گی لیکن میری نگاہ میں یہ تجویز اچھی ہے کہ in principle اس idea کو

recommend کرتے ہوئے، ہم سینیٹ کی ایک special committee بنائیں جس میں تمام جماعتوں کی نمائندگی بھی ہو اور پھر ہم اس کو review کر کے کوئی ایسی چیز بنا سکیں کہ بحیثیتِ مجموعی democratic culture کو فروغ دیا جا سکے اور جمہوریت کو جو خطرات درپیش ہیں ان کا مقابلہ کیا جا سکے نیز parties کے اندر بھی جمہوریت کو صحیح طریقے سے پروان چڑھایا جا سکے۔ اس پہلو سے میں اس کمیشن کے تصور اور تجویز کی تائید کرتا ہوں لیکن اس کے کچھ مندرجات کے بارے میں مجھے بڑے سنگین تحفظات ہیں، اس لیے میں چاہوں گا کہ اگر ایوان اسے recommend کر رہا ہے تو اس وضاحت کے ساتھ کرے کہ اس کے نظرِ ثانی کرنے والے کمیشن میں تمام parties کی نمائندگی ہو اور وہ دوبارہ اس کو work out کر کے ایک ایسا مسودہ تیار کریں جو اصل مقاصد حاصل کرنے میں مددگار ہو سکے۔

جناب چیئرمین: جی چٹھہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ یہ Bill پیش کیا جناب قائدِ حزبِ اختلاف نے اور جناب قائدِ ایوان نے اس کو support کیا۔ ہم آج تک سنتے آئے ہیں اور جو تجربے اور عمل میں بات آئی ہے کہ democracy is the best form of the government, for the people, by the people, of the people. میں سمجھتا ہوں اس کو strengthen کرنے، اس کو زیادہ خوبصورت بنانے، زیادہ بہتر اور قابلِ عمل بنانے کے لیے جو کچھ بھی ہو سکے، ہمیں کرنا چاہیے۔ میں اس Bill کے mover اور جناب قائدِ ایوان کی حمایت کرتے ہوئے گزارش کروں گا کہ اگر یہ Bill کمیٹی میں جائے گا تو یقیناً اس میں مختلف مکتبۂ فکر کے لوگ شامل ہوں گے، اس کے pros and cons پر بات ہو گی اور case پوری طرح thrash ہو جائے گا۔

جمہوریت کی خوبصورتی ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں جتنی جماعتیں ہوں، یا پھر two or three parties system ہو تو وہ جمہوریت زیادہ بہتر اور stable طریقے سے چلتی ہے اور ملک کے بہتر مستقبل کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اس لحاظ سے چھوٹی parties کی محض اس لیے مخالفت نہیں کرنی چاہیے کہ ان کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ چھوٹی parties کو کوشش کر کے بڑی parties بننا چاہیے اور mainstream میں آنا چاہیے۔ اس لحاظ سے اگر جمہوریت ہے تو اس میں وزیرِ اعظم اور حزبِ اختلاف کے نمائندوں کو خارج از امکان کرنا اور کسی اور کو شامل کرنا سراسر زیادتی ہے اور یہ توہینِ جمہوریت ہے۔ اس لیے اگر میرے معزز ساتھیوں کو کوئی اعتراضات ہیں تو ان کو بھی کمیٹی میں شامل کیا جائے تاکہ بیٹھ کر یہ معاملات thrash ہو سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جمہوریت کی نشوونما اور آبیاری کے لیے یہ

یقیناً ایک خوش آئند قدم ہوگا اور ملک کے بہتر مستقبل اور استحکام کی ضمانت ہوسکتا ہے۔ اس لحاظ سے میں اس Bill کو اور قائدِ ایوان کے اس view کو کہ اس کو کمیٹی میں جانا چاہیے، اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔ یہ ایک اچھا اور احسن قدم ہے اور اسے thrash ہو کر، اس کے صحیح طرح خدوخال نکال کر واپس House میں آنا چاہیے۔ میں اس Bill کی حمایت کرتا ہوں۔

Mr. Chairman: Maulana sahib, are you opposing it?

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! بہت ساری چیزیں ہمارے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ پہلے مرحلے میں تو ہم ان پر عمل کریں اور پھر اس کے ساتھ یہ جو تصور دیا گیا ہے ایک نئے ادارے کا جو کہ چاروں صوبوں پر حاوی ہوگا۔ اس کے فیصلے اور اس کی ہدایات، اس سے اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا تو مستوجب سزا ہوگا، یہ ایک بہت بڑی چیز آرہی ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ اس سے چھوٹے صوبے زیادہ متاثر ہوں گے کیونکہ قائدِ حزبِ اختلاف، قائدِ حزبِ اقتدار اور قائدِ ایوان یہ سارے بڑی جماعتوں سے ہوتے ہیں، چھوٹی جماعتیں بھی اور چھوٹے صوبے بھی اس سے زیادہ متاثر ہوں گے اور ان کی نمائندگی نہیں ہوگی۔

دوسری بات، یہ کہا گیا ہے کہ اس حوالے سے parties سیاسی طور پر مستحکم ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک party کو اپنا جائزہ لینا چاہیے۔ جہاں تک جمعیت علماءِ اسلام کا تعلق ہے، ہر تین سال بعد ہم رکن سازی کرتے ہیں، پھر unit سے لے کر مرکز تک election کرتے ہیں۔ ہمارے ادارے ہر ضلع اور صوبے کے level پر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہر party کے اپنے اپنے ادارے ہوں گے اور اپنے اپنے انداز سے وہ کام کر رہے ہوں گے۔ جہاں تک اس میں کہا گیا ہے کہ سیاسی جماعتوں کو funding کی جائے، بظاہر تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے، اگر ہوتی ہے تو ہمیں بھی فائدہ ہوگا لیکن جناب چیئرمین! آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ ادوار میں کہیں سے کچھ سیاسی جماعتوں کو تعاون ملا تھا، ملا تھا یا نہیں ایک الزام تھا، اس سے اب تک جان نہیں چھوٹی، میرے خیال میں پندرہ بیس سال گزر گئے صفائیاں پیش کرنے میں۔ اس لیے ان ساری چیزوں، مندرجات کو ہم دیکھیں تو اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ میری party اس Bill کی تائید نہیں کرتی۔

Mr. Chairman: Ok. Now I put the motion before the House. Motion move کر لی جائے؟ آپ نے speeches بہت کر لی ہیں، اب motion move کر لیں۔

سینیٹر وسیم سجاد: جناب! میں motion move کرنے سے پہلے اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی جتنی بھی reservations ہیں، یہ کمیٹی میں لے جائیں تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: چلیے، پہلے motion تو move کیجیے۔

Senator Wasim Sajjad: Sir, with your permission, I beg to move for leave to introduce a Bill to provide for the establishment of the National Democracy Commission [The National Democracy Commission Bill, 2010].

Mr. Chairman: I now put the motion before the House. Raja sahib (Secretary Senate), I think let us have the counting done. Those who are in favour of granting the leave, please rise on their seats.

(Count was made)

Mr. Chairman: Those against the Motion for the grant of leave may rise in their seats.

(Count was made)

(The motion was carried.)

Mr. Chairman: The Motion is carried and the leave to introduce the Bill is granted. Mr. Wasim Sajjad please move Item No. 3.

Senator Wasim Sajjad: Mr. Chairman, with your permission, I beg to move that the Bill to provide for the establishment of the National Democracy Commission [The National Democracy Commission Bill, 2010] may be referred to the Standing Committee concerned with representation from all the political parties.

Mr. Chairman: The Bill as introduced stands referred to the Standing Committee concerned and it is up to the Standing Committee to co-opt any member it wants.

جی کائرہ صاحب آپ نے کچھ بات کرنی ہے۔

Laying of Report on the Performance of the Government

جناب قمر زمان کائرہ (وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات): جناب چیئرمین! آپ کی اجازت سے ایک statement دینا چاہتا ہوں۔ جناب والا! 2008 میں جب ہماری حکومت آئی تو ہماری coalition government نے اپنی بساط، اپنی استطاعت، اپنے wisdom میں دونوں ایوانوں کو اور پاکستان کے سارے pro-democracy institutions کو ساتھ لے کر consensus build کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہماری حکومت کو بہت سارے challenges کا سامنا تھا جس میں سے کچھ کا تعلق حکومت کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق ہمارے جمہوری اداروں یعنی پارلیمان کے ساتھ بھی ہے۔ جناب والا! ہماری قیادت نے حکومت میں آنے اور الیکشن میں جانے سے پہلے Charter of Democracy کے ذریعے پاکستان کے مستقبل کا road map طے کیا تھا جس کے لیے انہوں نے next futuristic governance کے راستے بھی فراہم کر دیے تھے۔ اس ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے میری قائد شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے پاکستان واپس آنے کا فیصلہ کیا اور اسی جمہوری struggle میں وہ اپنی وراثت کے مطابق اپنی جان دے کر اس ملک میں جمہوریت بحال کروا گئیں۔

جناب والا! اس کے بعد ہماری حکومت کو مختلف ادوار میں economy کے، پاکستان کی federation کے federating units کو آپس میں بہت سارے constitutional challenges کا سامنا تھا۔ میں پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیوں کو، پاکستان کی تمام political forces کو، leadership کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے پاکستان کو جو challenges درپیش تھے، حکومت کو جو challenges درپیش تھے، اس کے اصولی مؤقف کے لیے پاکستان کی تمام قیادت نے اس کا ساتھ دیا اور اپنے تئیں within this consultation ہم نے war on terror سے لے کر آغاز حقوق بلوچستان، گلگت بلتستان، NFC Award اور اس کے بعد 18th Amendment جو ہمارا ایک بہت بڑا milestone تھا ہم نے وہ achieve کیا اور ہم نے اپنا راستہ ہموار کیا، جو حکومت کے راستے میں یا جمہوری عمل کے راستے میں رکاوٹیں ہو سکتی تھیں انہیں دور کیا۔

جناب چیئرمین! ان سارے امور پر ہم نے دو سال کی performance report شائع کی ہے جس میں وہ promises جو ہماری حکومت نے کیں، ہماری political parties نے کیں یا ہم سے پہلے Charter of Democracy میں محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے اور میاں نواز شریف صاحب نے کیں اور ان کے ساتھ agree کرنے والی ان تمام political leadership نے کیں، وہ promises, اس پر بننے والی policies اور اس کے بعد کی performance پر ہم نے ایک

evaluation کی ہے۔ جناب والا! ہم نے اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ جہاں پر ہماری کوئی کمزوری رہی، جہاں پر ہمارے pledges or promises properly follow نہیں ہو سکے، پورے نہیں ہو سکے ہم نے وہ بھی اس میں شامل کیے ہیں۔ ہم نے اس رپورٹ میں یہ بھی کوشش کی ہے کہ صرف حکومت کی مدح سرائی نہ کی جائے بلکہ حقائق قوم کے سامنے رکھے جائیں جو challenges تھے، جو promises تھے، جو policies بنیں اور جو performance رہی، اس کی ایک independent evaluation بھی کی جائے۔ ہمارے آزاد critics ہیں، intelligencia ہے، ان کی طرف سے بھی ان کی آراء لی جائیں اور وہ آراء بھی اس میں سموئی گئی ہیں۔ اس میں opposition کے قائدین کی آراء بھی ہیں، اس میں independent analysts کی آراء بھی ہیں۔اس میں ہماری economy, اس میں Federal Government کے تمام اداروں کی پچھلے دوسالوں کی کارکردگی قوم کے سامنے رکھی گئی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس رپورٹ کو ایوان کا حصہ بنا کر lay کیا جائے کیونکہ آپ Presidential Address پر debate شروع کر رہے ہیں اور debate یقیناً performance of the Government سے relate کرتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ممبران کے لیے ضروری بھی ہو گا، وہ بھی اس کو دیکھ لیں گے اور اس سے ہمیں بھی ایک guideline مل جائے گی۔ حکومت کی polices کی جو باتیں ہم نے کی ہیں اس پر یہاں پر بھی اور قومی اسمبلی میں بھی debate ہو جائے گی یہ ہمارے لیے بھی بہتر ہو گا۔ ہم دونوں ایوانوں کی input لے کر اپنی futuristic policies کو اور بہتر طریقے سے draft کرنے اور ان پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کریں گے۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین: اس پر بحث نہیں ہوتی، یہ statement ہے۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: یہ رپورٹ حکومت کی official report ہے یا یہ پارٹی کی کارکردگی کی رپورٹ ہے۔ Rules of Business کے تحت کیا کسی سیاسی پارٹی کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ ایوان میں officially اپنی کسی رپورٹ کو introduce کرے؟ کم از کم میرے علم کی حد تک قواعد کار کے تحت کسی پارٹی کو یہ اختیار نہیں ہے۔ وزیر اطلاعات نے ایک خوبصورت رپورٹ تیار کی ہے۔ انہوں نے بڑا اچھا کام کیا ہوگا، ہم اس کو پڑھنا چاہتے ہیں، فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن اس ایوان کے کچھ آداب ہیں اور دستور کے تحت جو report حکومت کے لئے ایوان میں پیش کرنا لازمی ہے وہ directive principles of state policy کے حصول کے بارے میں سالانہ رپورٹ ہے۔ اس کے بارے میں حکومت کو ہر سال اپنی کارکردگی کی رپورٹ ایوان کو دینی چاہیے، وہ نہیں آرہی

ہے۔ میں اس بارے میں چاہوں گا کہ آپ تعین کریں کہ اس رپورٹ کی کیا حیثیت ہے؟ جب تک یہ clear نہ ہو جائے، میں technical point پر بات کر رہا ہوں، میں کوئی سیاسی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں ان کے اس initiative کو welcome کرتا ہوں لیکن ایوان کے قواعد میں اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی بھی کھڑا ہو کر یہ کہہ دے کہ ہم اپنی رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے clarification لے لیتے ہیں۔ جی وزیر صاحب۔

جناب قمر زمان کائرہ: میں پروفیسر صاحب کے نقطہ نظر کو appreciate کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! یقیناً فاضل ممبر جو کہ بہت experienced ہیں، ان کی observation درست ہے۔ میں بطور وزیر اطلاعات و نشریات، وزارت اطلاعات و نشریات، حکومت پاکستان کی طرف سے چھپی ہوئی authenticated report جس کو میں own کرتے ہوئے حکومت کی طرف سے present کر رہا ہوں کیونکہ 18th Amendment جو کہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے، پاکستان کی political history and democratic institutions کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، اس کی report present ہونے میں کچھ وقت تھا، ہم اس کو اس لیے روک کر بیٹھے ہوئے تھے، ہماری رپورٹ تیار تھی۔ ہم چاہتے تھے کہ آپ کا وہ کارنامہ جو اس پارلیمان نے اور اس پارلیمان میں موجود تمام جماعتوں نے کیا اس کو ضرور اس رپورٹ میں سامنے آنا چاہیے۔ یہ انہی دو سالوں کی رپورٹ ہے، پچھلے سال کی رپورٹ lay ہوئی تھی لیکن ہم نے یہ comprehensive report شائع کی ہے، under Article 238 میں نے درخواست کی ہے کہ میں اس statement کے بعد یہ report lay کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

(مداخلت)

جناب قمر زمان کائرہ: جناب! آپ مجھ سے بہت senior ہیں، میری گزارش یہ ہے کہ آپ Presidential Address پر debate شروع کر رہے ہیں تو اس urgency کے حوالے سے ہم چاہتے ہیں کہ یہ رپورٹ آپ کے سامنے آ جائے کیونکہ اس میں basically discussion ہی performance of the government پر ہو گی۔ میری درخواست ہے کہ اگر آپ اس پر مہربانی فرمائیں۔ اس رپورٹ کو lay کرنے کا مقصد حکومت کی performance سامنے لانا ہے۔ آپ تمام ممبران Presidential Address پر اس سے benefits بھی لے سکیں گے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میرا Point of Order ہے۔

جناب چیئرمین: پہلے میں اس پر decide تو کر دوں آپ کا Point of Order بعد میں لیں گے، let me decide on it.

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں ایک منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: دیکھیں اس پر بحث نہیں ہوتی---

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں اس پر بحث نہیں کر رہا، میں Point of Order پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: میں آپ کا Point of Order بعد میں لوں گا پہلے مجھے اس پر فیصلہ کر لینے دیں۔ آپ کی بات میں سن لیتا ہوں ابھی آپ بیٹھ جائیں۔ آپ کے Points of Order روز لیے جاتے ہیں، آدھا گھنٹہ، پون گھنٹہ اس پر لگتا ہے۔ آپ لوگوں نے خود فیصلہ کیا ہے، آپ خود Chief Whip بھی ہیں۔ This report should be part of the property of the House اور یہ تمام ممبران کو distribute کی جائے تا کہ ان کو پتا چلے کہ آپ نے جو محنت کی ہے یہ لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ شکریہ۔ Now we may take up Item No. 4, Dr. Islamil Buledi Sahib موجود ہیں، موجود نہیں ہیں۔ اس کو defer کر دیتے ہیں۔ We may take up Item No. 5, محمد طلحہٰ محمود صاحب موجود نہیں ہیں اس کو بھی defer کر دیتے ہیں۔

Item No. 6, Dr. Khalid Mehmood Soomro, please move Item No. 6.

Motion under rule 194

Un-employment in the Country.

Senator Dr. Khalid Mehmood Soomro: I beg to move that this House may discuss the problem of un-employment in the country.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اس پر بحث کیجئے، آپ start کیجئے۔ جو جو ممبران بحث کرنا چاہیں please اپنا نام لکھوا دیجئے۔ ہر ممبر not more than ten minutes speech کر سکتا ہے۔ آپ کو تیس منٹ سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ وزیر صاحب conclude کریں گے، ان کو بھی تیس منٹ سے زیادہ کی اجازت نہیں ہو گی۔ جو جو ممبر صاحبان اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں، میں ان سے request کروں گا کہ وہ اپنے نام لکھوا دیں۔ بخاری صاحب employment Minister Sahib

کون ہیں؟ ہاں Labour Minister Sahib کو بلوا لیجئے۔ جب تک آپ please noting کر لیجئے اور پھر Minister Sahib کو بھی بلوا لیجئے کیونکہ ان کو conclude کرنا ہوگا۔ جی ڈاکٹر صاحب pleaseآپ بحث شروع کیجئے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) حضرات اور چیئرمین صاحب، میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ اس اہم مسئلے پر آپ نے مجھے motion move کرنے کی اجازت دی۔ بے روزگاری کے حوالے سے میں نے یہ motion move کیا ہے۔ اس وقت ہمارے ملک کی جو صورت حال ہے وہ انتہائی گھمبیر ہے۔ بے روزگاری کی وجہ سے جرائم بھی بڑھ رہے ہیں۔ بے روزگاری کی وجہ سے حالات دگر گوں ہو چکے ہیں۔ ہم نے اس ایوان میں بھی بار بار یہ باتیں کی ہیں اور درخواستیں کی ہیں کہ بے روزگاری کے عمل کو کنٹرول کرنے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں لیکن آج تک عملی طور پر کوئی ایسا اقدام نہیں کیا گیا جس سے یہ چیز نظر آئے۔ Merit کے حوالے سے نوکری نہیں مل رہی۔ پورے ملک کی تقریباً یہی صورت حال ہے۔ خاص طور پر صوبہ سندھ کی صورت حال یہ ہے کہ لاکھوں نوجوان بے روزگار پھر رہے ہیں۔ Graduate and Post graduate نوجوانوں کے پاس بہت ساری ڈگریاں ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس سفارش نہیں ہوتی، پیسے نہیں ہوتے اور چونکہ اس زمانے میں سفارش اور پیسے کے بغیر ملازمت نہیں مل سکتی اس لیے ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ منظور نظر لوگوں کو مختلف محکمہ جات میں بھرتی کیا جاتا ہے۔

جب بھی کوئی اخبارات میں اشتہار دیا جاتا ہے تو دس اسامیوں کے لیے دس ہزار درخواستیں آتی ہیں اور بہت ساری applications جمع کرانے کے لیے کچھ بینک ڈرافٹس کے پیسے بھی جمع کرانا ہوتے ہیں۔ ان سے بھی بہت کچھ کمایا جاتا ہے اور پھر وہ بے چارے اپنے گھر سے کبھی کراچی، کبھی اسلام آباد کبھی کہاں، کبھی کہاں آتے ہیں اور یہ سب کچھ لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ merit کے مطابق، قابلیت کے حوالے سے کسی کو نوکری ملے، کم از کم یہ نہیں ہو رہا۔ آج کل اس صورت حال کی وجہ سے نوجوانوں میں ایک ہیجانی کیفیت ہے اور لوگ مختلف حربے آزما رہے ہیں اور پھر پیٹ کے اندر اگر لقمہ نہیں ہوگا تو اس پیٹ کے جہنم کو بھرنے کے لیے وہ غیر قانونی طریقے بھی اختیار کرتے ہیں۔

جناب عالی! اگر ہم نے اس اہم شعبے کی طرف دھیان نہیں دیا تو صورت حال انتہائی گھمبیر ہو سکتی ہے جو اس وقت ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۂ قریش میں جو کچھ فرمایا ہے، تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بھوک اور بے روزگاری کا خاتمہ کریں

اور لوگوں کو امن و امان فراہم کریں۔ بد قسمتی سے یہ دونوں چیزیں اس وقت ہمارے ملک میں نہیں ہیں۔ امن و امان کی صورت حال بھی آپ کے سامنے ہے، بھوک اور بے روزگاری کی صورت حال بھی آپ کے سامنے ہے۔

جناب عالی! کتنے ڈاکٹر مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن ان کو ملازمت نہیں مل رہی۔ کتنے انجینئر مارے مارے پھر رہے ہیں، ان کو ملازمت نہیں مل رہی۔ بہت سارے محکمہ جات میں اسامیاں خالی ہیں لیکن وہ پر نہیں کی جاتیں اور جہاں پر اسامیوں کو پر کیا جاتا ہے تو صرف سفارش کی بنیادوں پر یا پیسوں کی بنیادوں پر۔ بہت سارے محکمہ جات کے ذمہ داران کے دروازوں پر ان کے دلال کھڑے ہوتے ہیں جو سرعام لوگوں سے پیسے مانگتے ہیں۔ پھر جب ان کو منہ مانگی رقم ملتی ہے تو پھر ان کی سفارش کی جاتی ہے اور پھر کسی کا کام ہوتا ہے ورنہ کچھ بھی ممکن نہیں۔ ایک غریب کہاں جائے جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ سارے لوگ امیر نہیں ہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ کتنے لوگ یہاں پر غربت کی لکیر سے نیچے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، جن کے گھروں میں چولہا تک نہیں جلتا اور پھر کوٹے کے حوالے سے بھی اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا، جعلی ڈومیسائل بنائے جاتے ہیں، جعلی شناختی کارڈ بنائے جاتے ہیں خاص طور پر میرے صوبے کے ساتھ، صوبہ سندھ کے ساتھ، سندھ کے باسیوں کے ساتھ اور اہالیان سندھ کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ ہمارے دیہی علاقوں کا کوٹہ جعلی ڈومیسائلوں کے حوالے سے، جعلی شناختی کارڈوں کے حوالے سے دوسرے لوگوں کو دے دیا جاتا ہے اور ہمارے دیہی علاقوں کے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ پھر وہاں پر دیہی علاقوں میں تعلیم کی وہ سہولیات نہیں ہیں۔ پھر روزمرہ کی ضروریات کے پیش آنے کے حوالے سے بھی، آپ اسکول دیکھیں کہ ہمارے سندھ میں کتنے سکول بند پڑے ہوئے ہیں۔ جہاں پر کوئی استاد نہیں ہے اور وہ بڑے لوگوں کے ڈیرے بنے ہوئے ہیں۔ وہاں ان کے گدھے کھڑے ہوتے ہیں، گھوڑے کھڑے ہوتے ہیں، بھینسیں کھڑی ہوتی ہیں، ان سرکاری سکولوں میں ان کے اناج کے گودام ہوتے ہیں اور وہاں پڑھائی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ بہت سارے ایسے سکول ہیں کہ وہاں سرکاری روزنامچے میں اساتذہ کے نام بھی شامل ہوتے ہیں لیکن استاد نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ گھر بیٹھے لوگوں کو تنخواہیں بھی مل جاتی ہیں اور پھر ان چیزوں کی وجہ سے حالات خراب ہوتے ہیں۔ اس وقت صوبہ سندھ میں بے روزگاری کی وجہ سے نوجوان سخت پریشان ہیں۔ لوگوں کو نوکری تو نہیں ملتی لیکن جہاں کہیں کسی کھاتے میں اگر کچھ لوگ روزگار سے لگے ہوئے ہیں تو ان کو بھی بے روزگار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کوئی حکمت عملی اختیار نہیں کی جاتی۔ کافی

سالوں سے اگر کچھ لوگ کہیں کام کر رہے ہیں تو ان کو نکالا جاتا ہے اور پھر اپنے منظور نظر لوگوں کو وہاں پر بھرتی کیا جاتا ہے۔ میں اس ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ بے روزگاری کے عفریت کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی بنائی جائے۔ ہماری حکومت اس سلسلے میں سنجیدگی سے غور کرے۔ صرف زبانی جمع خرچ سے ہم لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ اس وقت جو صورت حال بنی ہوئی ہے، بھوک اور بے روزگاری کی وجہ سے اور مہنگائی کی وجہ سے لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا ہے اور بہت سارے ایسے گھر ہیں کہ وہاں کے گھر والے اپنے گھر کے باسیوں کا علاج تک نہیں کرا سکتے کیونکہ دوائیاں بھی اتنی مہنگی ہیں کہ غریب بندہ ان کو خرید نہیں سکتا۔ میں بے روزگاری کے حوالے سے التماس کرتا ہوں کہ جہاں جہاں خالی آسامیاں ہیں ان کو فوری طور پر پُر کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی بنائی جائے اور merit کا لحاظ کیا جائے۔ میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ merit پر جن کا حق بنتا ہے انہیں نوکری ملنی چاہیے اور کوٹہ سسٹم پر سختی سے عمل کیا جائے۔ شہری علاقوں کا جتنا کوٹہ ہے ان کو ملنا چاہیے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن جتنا کوٹہ دیہی علاقوں کا ہے وہ ان کو ملنا چاہیے۔ پھر multinational companies اور overseas Pakistanis کے حوالے سے جن لوگوں کو باہر بھیجا جاتا ہے ان کے لیے کوئی حکمت عملی نہیں ہوتی۔ بتا دیا جاتا ہے کہ ہم نے پانچ ہزار لوگوں کو باہر بھیج دیا، دس ہزار لوگوں کو باہر بھیج دیا، ایک لاکھ لوگوں کو باہر بھیج دیا لیکن حکمت عملی کیا ہے؟ وہ کون لوگ تھے، ان کی qualification کیا تھی؟ ان کے interviews کہاں ہوئے؟ کیا ان کو صرف سفارش کی بنیادوں پر یا پیسہ بٹور بٹور کر ان کو باہر بھیج دیا گیا یا اپنی پارٹی کے لوگوں کو خوش کرنے کے لیے، مطمئن کرنے کے لیے ان کو وہاں پر adjust کیا گیا لیکن جو عام آدمی ہے، جو غریب آدمی ہے، جو مسکین آدمی ہے، جو مزدور کا بیٹا ہے، جو محنت کش کا بیٹا ہے، جو کسان کا بیٹا ہے وہ کہاں جائے؟ میں آپ سے التماس کرتا ہوں اور اس ایوان سے التماس کرتا ہوں کہ بے روزگاری کے خاتمے کے لیے کوئی شفاف پالیسی ہونی چاہیے۔

جناب والا! بہت سارے محکمہ جات ایسے ہیں جن کے سربراہ ایسے لوگ ہیں جو ریٹائر ہو چکے ہیں اور ان کو extension پر extension دی جاتی ہے، ان کو گھر بھیج دیا جائے، دوسرے جو قابل آدمی قطار میں لگے ہوئے ہیں، ان کو موقع ملنا چاہیے۔ اگر آپ retired بندوں کو extension پر extension دیں گے تو جن کا حق بنتا ہے وہ کہاں جائیں گے۔ اس حوالے سے بھی بڑی زیادتی ہوتی ہے اور جتنے بھی محکمہ جات ہیں خاص طور پر محکمہ تعلیم میں، محکمہ صحت میں، امن و امان نافذ کرنے والے اداروں میں جس حوالے سے لوگوں کو لیا جاتا ہے، وہ چیز کم از کم ایک عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ۱۸ ویں ترمیم کی منظوری کے بعد اب اور کوئی بہانہ باقی نہیں بچتا، اب حکمرانوں کو لوگوں کے بنیادی مسئلے حل کرنے پڑیں گے۔ اس وقت جو پورے ملک کی صورت حال بنی ہوئی ہے، بے روزگاری کے حوالے سے، امن و امان کے حوالے سے، مہنگائی کے حوالے سے، آپ نے دیکھا کہ ابھی ہمارے کچھ مہربانوں نے مہنگائی کے خلاف walk out کیا۔ مہنگائی اتنی بڑھ چکی ہے، میں آپ کو کیا بتاؤں کہ غریب آدمی کی زندگی اجیرن بنا دی گئی ہے۔جناب والا! میں آپ کی وساطت سے التماس کرتا ہوں کہ بے روزگاری کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی حکمت عملی بنائی جائے لیکن وہ شفاف پالیسی ہو۔ لوگوں کو نظر آنا چاہیے کہ ہم نوکریاں کس کو دے رہے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا کوئی مجھے مطمئن کر سکتا ہے کہ کسی کو merit پر نوکری ملتی ہے؟ کیا کوئی مجھے مطمئن کر سکتا ہے کہ بغیر سفارش کے کسی کو کوئی ملازمت مل سکتی ہے؟ بغیر پیسے کے کسی کو کوئی ملازمت مل سکتی ہے؟ کسی کا نام بتایا جا سکتا ہے؟ صرف اور صرف پارٹی بازی کی بنیادوں پر، ذاتی تعلقات کی بنیادوں پر اپنے لوگوں کو کھپانے کے حوالے سے، اپنے علاقے کے لوگوں کو کھپانے کے حوالے سے سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ طریق کار نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہم اللہ تعالیٰ کو بھی ناراض کر رہے ہیں، قوم کے ساتھ بھی غداری کر رہے ہیں اور آئین کے ساتھ بھی غداری کر رہے ہیں۔ آئین کا تقاضا بھی یہ ہے کہ حق دار کو حق ملے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہ ہے کہ حق دار کو حق ملے۔ ہمارے دین اسلام کا تقاضا بھی یہ ہے کہ حق دار کو حق ملے۔

جناب والا! میں نے پہلے بھی بہت مرتبہ اس چیز کی طرف ایوان کی توجہ مبذول کرائی ہے اور آج بھی میں آپ کی وساطت سے التماس کرتا ہوں کہ اس وقت بے روزگاری کے حوالے سے جو صورت حال بنی ہوئی ہے سندھ کے پتا نہیں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے سینکڑوں مرتبہ درخواستیں دی ہیں لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ جب merit list بنتی ہے تو وہ کسی بنگلے سے بن کر آتی ہے، کسی دفتر سے بن کر آتی ہے، کسی لیڈر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست بن کر آتی ہے، کسی پارٹی کے حوالے سے فہرست پیش کی جاتی ہے اور merit نام کی وہاں کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اگر merit کا اس طرح قتل عام کیا جاتا رہا تو کوئی حالات پر کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ جس طرح کچھ عرصہ پہلے ہمارے وزیر اعظم صاحب نے بلوچستان کے لیے 'آغاز حقوق بلوچستان' نام سے ایک پیکیج دیا ہے، اس پر بھی ابھی تک عمل تو نہیں ہوا، اللہ کرے کہ اس پر عمل ہو جائے، وہ بھی ہمارے بھائی ہیں لیکن سندھ کے اندر جو صورت حال ہے، میں التماس کرتا ہوں کہ 'آغاز حقوق سندھ' پیکیج کا بھی کوئی اعلان کیا جائے۔ مرکز کو سب سے زیادہ revenue صوبہ سندھ دیتا ہے۔ سب سے زیادہ taxes

صوبہ سندھ فراہم کرتا ہے۔ یہ حضرت قائداعظم کا صوبہ ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کا تعلق صوبہ سندھ سے تھا اور میں پیپلز پارٹی کی قیادت سے التماس کرتا ہوں کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کا تعلق بھی صوبہ سندھ سے تھا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کا تعلق بھی صوبہ سندھ سے تھا اور صوبہ سندھ اس وقت بڑے مشکل حالات میں گھرا ہوا ہے۔ اگر آپ نے ان مشکل حالات سے صوبہ سندھ کو نہ نکالا تو حالات مزید خراب ہوں گے۔ میں آپ کی وساطت سے دست بستہ التماس کرتا ہوں ان ذمہ دار حضرات سے جو پالیساں بناتے ہیں کہ وہ مہربانی کریں اور بے روزگاری کے خاتمے کے حوالے سے کوئی جامع حکمت عملی بنائیں، شفاف پالیسی بنائیں جس میں حق دار کو اپنا حق ملے۔ یہ چیز نظر آئے کہ یہاں پر نوکری سفارش پر نہیں ملتی، یہاں پر نوکری پیسوں پر نیلام نہیں ہوتی، یہاں پر نوکری merit کی بنیاد پر ملتی ہے۔ پاکستان کے اندر اور پاکستان کے باہر بھی جتنے محکمہ جات ہیں ان میں کوٹے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ پھر وفاقی محکمہ جات میں خاص طور پر جہاں صوبہ سندھ کو آج تک نظرانداز کیا گیا ہے۔ پاکستان کی تریسٹھ سالہ تاریخ میں ہمارے ساتھ جو زیادتی کی گئی ہے وہ شاید کسی اور کے ساتھ نہیں کی گئی۔ Armed Forces میں بھی صوبہ سندھ کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ آپ وفاقی سیکریٹریوں کو دیکھیں، سندھ کے لوگ کتنے ہیں، سندھی زبان بولنے والے کتنے ہیں اور باقی کتنے ہیں؟ دنیا کے مختلف ممالک میں جو سفیر حضرات کام کر رہے ہیں، ہمارے کونسل جنرل کام کر رہے ہیں اور سفارت خانوں میں جو عملہ کام کر رہا ہے وہاں پر کیا merit کا لحاظ رکھا گیا ہے؟ وہاں میرے صوبے کے کتنے لوگوں کو لیا گیا ہے؟

جناب والا! پاکستان سے باہر پاکستانی سفارت خانوں کے ماتحت جو پاکستانی سکول کام کر رہے ہیں وہاں پر دیکھیں کہ میرے صوبے کو کس طرح نظرانداز کیا گیا ہے؟ سعودی عرب میں پاکستانی سکول کام کر رہے ہیں، دوہا، قطر میں پاکستانی سکول کام کر رہے ہیں، عرب امارات میں پاکستانی سکول کام کر رہے ہیں لیکن وہاں پر بھی ہمیں اپنا کوٹا نہیں ملتا۔ میرٹ کا لحاظ نہیں کیا جاتا، صرف سفارش کی بنیادوں پر تقرریاں کی جاتی ہیں۔ ڈرائیور جاتا ہے تو وہ بھی سفارش کی بنیاد پر جاتا ہے۔ نائب قاصد جاتا ہے تو وہ بھی سفارش کی بنیاد پر جاتا ہے۔ کوئی ٹیچر جاتا ہے تو وہ بھی سفارش کی بنیاد پر جاتا ہے۔ میں التماس کرتا ہوں کہ بلوچستان والوں کو اپنا کوٹا دو، پنجاب والوں کو اپنا کوٹا ملنا چاہیے اور پختونخوا والوں کو اپنا کوٹا ملنا چاہیے، سندھ والوں کو بھی اپنا کوٹا ملنا چاہیے اور جو دیہی علاقوں کا کوٹا ہے اس کے مطابق دیہی علاقے کے لوگوں کو خالصتاً قابلیت کی بنیادوں پر آگے لایا جائے اور جو شہری علاقوں کا کوٹا ہے ، شہری علاقے کے لوگوں کو ملنا چاہیے لیکن وہ بھی خالصتاً قابلیت کی بنیادوں پر۔ میرے محترم ! اگر اس جمہوری

دور میں بھی اس چیز کو نہ دیکھا گیا اور پچھلے ادوار کی طرح، مارشل لا کے ادوار کی طرح ان چیزوں کو اس طرح نظر انداز کیا گیا تو پھر ہمیں ہاتھ ملنے پڑیں گے اور پھر ہم نوجوانوں کو کنٹرول نہیں کر سکیں گے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! Conclude کر لیجیے۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو: میں ختم کر رہا ہوں۔ میری گزارش صرف یہی ہے کہ بے روزگاری کا مسئلہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ شریعت کے حوالے سے بھی یہ حکمرانوں کی ذمہ داری ہے، قانون کے حوالے سے بھی یہ ذمہ داری ہے حکمرانوں کی کہ بے روزگاروں کو روزگار ملنا چاہیے ۔ سب سے پہلے اس دھرتی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ میری حکومت میں اگر دریائے فرات کے کنارے کوئی کتا بھوک سے مر جائے تو قیامت کے روز اس کی جواب دہی عمر کو کرنی پڑے گی اور حضرت عمر نے کہا تھا کہ میری حکومت میں جب کوئی ماں بچہ جنے گی ، جب تک وہ روزگار کے قابل بنے اس کو بے روزگاری کا الاؤنس اسلامی حکومت دے گی۔ یہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ ہم نوجوانوں کے حال پر رحم کریں، بے روزگاری کے خاتمے کے لیے اقدامات کریں اور انصاف کریں، انصاف کریں اور انصاف کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے حکمران اور ذمہ داران بے روزگاری کے عفریت پر کنٹرول کرنے کے لیے جامع منصوبہ بندی کا اعلان کریں گے اور شفاف پالیسی دیں گے اور جو لاکھوں نوجوان بے روزگار پھر رہے ہیں ان کو روزگار دیں گے اور اس حوالے سے خاص طور پر میرے صوبے کے ساتھ جو زیادتی کی گئی ہے اس کا ازالہ کریں گے۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! میں اپنے ساتھی سومرو صاحب کا بے حد مشکور و ممنون ہوں کہ انہوں نے ایک اہم موضوع کی طرف اس ایوان کی توجہ دلائی ہے۔ جناب والا! جہاں تک بے روزگاری کا تعلق ہے اس میں میرے خیال میں لمبی بات کرنا اس لیے مناسب نہیں ہے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کے علم میں ہے کہ اس وقت پاکستان میں بے روزگاری کی صورت حال انتہائی تشویشناک ہے۔ میں کچھ اعداد و شمار بھی عرض کرنا چاہوں گا ۔ عالمی بنک کی رپورٹ ہے کہ ۲۰۳۰ یعنی آئندہ بیس سال میں پاکستان کی آبادی جو اس وقت سترہ یا ساڑھے سترہ کروڑ ہے وہ بڑھ کر پچیس کروڑ ہو جائے گی ۔ اس وقت ہم چھٹے نمبر پر ہیں پھر ہم پانچویں نمبر پر آ

جائیں گے the most populous nation in the world. پچیس کروڑ آبادی، اب اس کے لیے روزگار اور اس کی ضروریات کے لیے ہمیں ابھی سے منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین! جہاں پر ایک بہت بڑی آبادی اس ملک کی ہے وہاں پر ایک خوش قسمتی بھی ہے اس ملک کی۔ اگر آپ دیکھیں تو اس وقت 50 فیصد آبادی 25 سال کی عمر سے کم ہے۔ وہ ہمارے لئے ایک مسئلہ ہے کیونکہ they are in the job market. وہ روزگار ڈھونڈ رہے ہیں کیونکہ 70 ,60 سال والا تو روزگار نہیں ڈھونڈتا، یہی 19 ,18 سال والا ڈھونڈتا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ پاکستان کی ایک بہت بڑی خوش قسمتی بھی ہے کہ جہاں پر جرمنی، جاپان، چین اور انڈیا ہے، ان کی جو آبادی ہے اگر ان کی age آپ دیکھیں تو اتنی young نہیں ہے جتنی پاکستان کی ہے۔ اگر صحیح منصوبہ بندی کی جائے تو بے روزگاری کی اس لعنت کو ہم سب مل کر کوشش کریں تو ختم کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو ہر چیز سے نوازا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس ملک میں کسی چیز کی کمی ہے۔ اگر کمی ہے تو منصوبہ بندی کی ہے کہ ہم صحیح منصوبہ بندی نہیں کر سکے اور آج آپ دیکھیں کہ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں پاکستان پیچھے آ رہا ہے۔ جناب چیئرمین! مولانا صاحب نے بھی فرمایا ہے اور ہر ایک کے علم میں ہے، ہم سب سیاسی لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، صبح جب اٹھتے ہیں تو سینکڑوں درخواستیں آتی ہیں، کوئی بی اے، کوئی ایم اے، کوئی ایم بی اے، کوئی انجینئر اور کوئی ڈاکٹر ہے جو ہمارے پاس روزگار کے سلسلے میں آتے ہیں۔ میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ جناب چیئرمین! جہاں پر ہم نے متفقہ طور پر ایک 18ویں ترمیم پاس کی ہے۔ خدارا ساری سیاسی پارٹیاں بیٹھ کر یہ فیصلہ بھی کر لیں کہ باقی جو تین سال رہ گئے ہیں اس میں ہم جو فیصلہ کریں گے وہ صرف اور صرف میرٹ پر کریں گے۔ میرے خیال میں اگر یہ بھی ہم کر لیں تو پاکستان کی کافی مشکلات ہم حل کر سکیں گے۔

Mr. Chairman, I would like to quote President Obama when he says that this is a defining moment. For Pakistan also this is a defining moment. We must realize that we are at the cross roads unless we take the right decisions, unless we take decisions which are in national interest, not in personal interest or not in party's interest, only in the interest of Pakistan, we will move forward, but if we have a myopic view of things, we just look at ourselves, our personal interest, our party's interest. We are going through muddle

like we are at the moment sir. So, I think, it is a defining moment, I hope this august House, the upper House of the Parliament will play a very active and a positive role in going through this very special phase of history that we are going through at the moment Mr. Chairman.

جناب چیئرمین! ایک تو روزگار کے لئے آپ کو روزگار پیدا کرنا ہوتا ہے، یہ نہیں ہے کہ آسمان سے روزگار آ جاتا ہے۔ اس کے لئے آپ کو امن و امان کی صورتحال بہتر کرنی ہوگی۔ آج investment کے لئے money has no borders جیسا کہ کسی زمانے میں ہوتا تھا۔ ابھی free flow of resources ہیں، اگر یہاں پر امن و امان کی صورتحال اچھی نہیں ہوگی تو یہ فنڈز کہیں اور چلے جائیں گے۔ قطر چلے جائیں گے، دبئی چلے جائیں گے، سعودی عرب چلے جائیں گے اور ترکی چلے جائیں گے۔ کسی اور ملک میں یہ investment ہو جائے گی۔ سب سے بنیادی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی امن و امان کی صورتحال کو بہتر کریں تاکہ یہاں پر لوگ investment کریں اور investment کی وجہ سے روزگار پیدا ہو۔

جناب چیئرمین! دوسری بنیادی ضرورت energy ہے۔ Unless this country has energy. آپ کارخانہ لگائیں اور بجلی نہیں ہے تو اس کارخانے کے لگانے کا کیا فائدہ ہے؟ انرجی ایک ایسا سیکٹر ہے جہاں پر میں سمجھتا ہوں کہ حکومت وقت کو اور ساری سیاسی جماعتوں کو مل کر ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری یہ جو انرجی کی ضروریات ہیں ان کو کیسے جلد از جلد پورا کریں تاکہ کاروبار، کارخانے جو اس وقت بند ہیں، ٹیوب ویل جو اس وقت بند ہیں، دکانیں اور ہوٹل جو اس وقت بند ہیں۔ آپ کیسے روزگار پیدا کریں گے جبکہ آپ کے پاس انرجی نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں انرجی پر توجہ دینی ہوگی اور یہ نہیں ہے کہ صرف وعدے کریں کہ جی اگلے مہینے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین! میں لمبی بات نہیں کروں گا۔ باتیں تو بہت ہیں لیکن میں ایک مثال دینا چاہتا ہوں، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب IMF کے ساتھ ایگریمنٹ ہو جاتا ہے تو بس سارے مسئلے پاکستان کے حل ہو گئے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے جناب چیئرمین! IMF نے جو یہ تحفہ دیا ہے، ایک طرف تو آپ نے سات ہزار کیا ہے۔ میں اس کو welcome کرتا ہوں کہ آپ نے جو minimum wage بڑھائی ہے۔ اچھا کیا ہے کہ آپ نے چھ ہزار سے سات ہزار کر دیا ہے۔ اس کو آٹھ ہزار کر دیں۔ آج کل

سات ہزار میں کیا ہوتا ہے؟ لیکن ساتھ ساتھ آپ نے جناب والا! پیٹرول، کیروسین آئل اور ڈیزل وغیرہ کی قیمتیں بھی بڑھا دی ہیں۔ تو ایک طرف جو آپ نے تنخواہیں بڑھائیں تو دوسری طرف آپ نے اس کے برعکس گرانی کر دی ہے۔ اس ملک نے IMF کے رحم و کرم پر چلنا ہو تو ہمارے حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ میرے خیال میں IMF کو بھی سمجھانا چاہیے۔ اب value added tax ہے۔ مجھے پتا ہے کہ کل ہڑتالیں ہوں گی۔ اس وقت تاجر برادری اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ان کے جو stakeholders ہیں they are not being taken on board. یہ تو نہیں ہے کہ فنانس کمیٹی بیٹھ گئی اور فیصلہ کر دیا۔ Value added tax آپ لگائیں گے، اس کے بارے میں ہڑتالیں ہوں گی اور کاروبار بند ہوگا، کارخانے بند ہوں گے۔ میں اس فورم سے اس کی بھی شدید مخالفت کرتا ہوں اور حکومت وقت سے گزارش کرتا ہوں کہ IMF کے ساتھ جو آپ کے agreements ہیں آپ خدارا ان سے بات کیجیے کہ بھئی ہماری یہ یہ مشکلات ہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ پوری دنیا کی دولت پاکستان کی طرف آرہی ہے اس لئے کہ اس وقت سب سے زیادہ interest rates پاکستان میں ہیں۔ کیوں ہیں؟ وہ جی ہم نے inflation کم کرنا ہے۔ بھئی inflation کم کرنے کے اور بڑے طریقے ہیں۔ امریکہ میں اس وقت zero percent پر قرضے مل رہے ہیں، جاپان میں اس وقت zero percent پر قرضے مل رہے ہیں، کوئی جاہل لوگ وہ نہیں ہیں، آپ برطانیہ میں جائیں وہاں پر ایک فیصد پر قرضے مل رہے ہیں۔ آپ مصر جائیں، آپ کو تین فیصد پر قرضے مل رہے ہیں۔ یہاں پر آپ کو پندرہ فیصد پر قرضے مل رہے ہیں کہ ہم نے تو inflation control کرنا ہے اور inflation کیا control کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

Like as said we are at the cross roads. This is the defining moment. This is the time to take the right decision in the national interest. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Chairman: Thank you. Mir Hasil Bizenjo Sahib.

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ سومرو صاحب کا بھی بہت بہت شکریہ کہ انہوں نے انتہائی اہم مسئلے کی طرف نشاندہی کی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت پوری دنیا میں سب سے اہم مسئلہ بے روزگاری کا ہے مگر بے روزگاری کی جو صورتحال پاکستان میں ہے، آج پاکستان شاید دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے کہ جہاں بے روزگاری کے حوالے سے سب سے

زیادہ خود کشیاں ہو رہی ہیں۔ آج ہمیں جو کچھ یہاں نظر آرہا ہے چاہے وہ مذہبی دہشت گردی ہو، چاہے وہ law and order ہو، ان تمام چیزوں کو اگر ہم لیتے ہیں تو ان کی جڑیں کہیں نہ کہیں جا کر مہنگائی اور بے روزگاری سے جڑ جاتی ہیں۔

Mr. Chairman: Ahmed Ali sahib you are disturbing. Please order in the House.

آپ اپنی سیٹ پر چلے جائیں یا disturb نہ کریں۔ جی حاصل بزنجو صاحب۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! میں بلوچستان کے حوالے سے گزارش کروں گا کہ پورے پاکستان کا اور خصوصاً بلوچستان کی 80% employment سے اوپر زینداری پر ہے۔ بلوچستان کی زینداری کلیتہً ٹیوب ویل پر ہے۔ ہمارے کسان طبقے کا گزر بسر زینداری پر ہے جو ٹیوب ویل کی وجہ سے چلتی ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ بلوچستان کے آٹھ اضلاع میں پچھلے بیس دن سے روزانہ صرف دو گھنٹے بجلی آتی ہے۔ آپ یقین کریں میں پانچ دن پہلے اپنے گاؤں گیا، میں شام پانچ بجے وہاں پہنچا، تیسرے دن جب وہاں سے نکلا تو ایک گھنٹے کے لیے بھی بجلی نہیں آئی۔ وہاں پر زراعت مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے، گندم کی فصل ختم ہو چکی ہے، تھوڑی بہت پیاز اور دوسری فصلیں جو بچ گئی ہیں وہ بھی ختم ہونے والی ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ ایسا سیکٹر جس سے لاکھوں لوگوں کا روزگار بندھا ہوا ہے۔ وہ کسان جو پورے سال محنت کر کے اپنے لیے گندم پیدا کرتا تھا آج گندم اس کے پاس نہیں ہے۔ کسان جو دوسری فصلیں پیدا کر کے اس سے چار پیسے کماتا تھا، جس سے اس کا اگلا سال گزرتا تھا اب اس کے پاس فصل نہیں ہے۔ اگر آج زیندار آڑھتی کے پاس جائے گا، پیسے مانگے گا تو اس کو اگلے سال کے لیے بھی پیسے نہیں ملیں گے۔ جناب والا! ایسی unemployment کی صورتحال میں آپ law and order کو کیسے maintain کریں گے۔ جس جمہوریت کی بات آپ کرتے ہیں اس کو کیسے لائیں گے، اس ملک میں آپ ترقی کیسے کریں گے۔ یہاں پر ہمیں اتنا بڑا پلندہ دیا گیا ہے۔ میں اس بات کو مانتا ہوں کہ ہم نے بہت سی اچھی چیزیں کی ہیں مگر جو اصل مسئلہ بے روزگاری کا ہے وہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔ آج بھی سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ تمام صوبوں میں بشمول مرکزی حکومت ہمیں کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی جس پر ہم کہہ سکیں کہ unemployment کنٹرول کر رہے ہیں۔ کوئی ایسا پروگرام نظر نہیں آرہا جس سے ہم کہیں کہ بے روزگاری ختم ہو جائے گی۔ جس ملک میں سب سے بنیادی چیز بجلی ہی نہ ہو اس کے بعد کیا ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اندازہ کریں کہ جتنی بجلی ضائع

ہوتی ہے اس کا دس فیصد بھی اگر بلوچستان کو مل جاتا تو بلوچستان آج خوشحال ہوتا۔ آج Hubco اتنی ہی بجلی پیدا کر رہا ہے جتنی تربیلا کر رہا ہے۔ بلوچستان میں کوئی distribution لائن نہیں ہے اس لیے بجلی جامشورو چلی جاتی ہے اور وہاں سے کہیں اور distribute ہوتی ہے مگر اس کا بلوچستان کو کوئی فائدہ نہیں۔

جناب والا! اس وقت اگر آپ دیہاتوں میں چلے جائیں تو میں آپ کو واقعتاً کہتا ہوں کہ آپ کو سمجھ نہیں آتا کہ یہ لوگ کیسے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ کھاتے کیا ہیں، وہ کرتے کیا ہیں یہ میری اور آپ کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ ان کے پاس کوئی ذرائع آمدنی نہیں ہے، کوئی کارخانے نہیں لگ رہے، سرکاری ملازمتوں کے لیے لاکھوں درخواستیں آتی ہیں۔ پندرہ بیس پوسٹوں کے لیے پانچ پانچ ہزار درخواستیں آتی ہیں۔ پچھلے دنوں واپڈا کی کوئی 70 آسامیاں آئی تھیں جس پر سات ہزار آدمیوں نے درخواست دی تھی۔ آج ایم اے اور بی اے ڈگریاں ہاتھ میں لیے گھوم رہے ہیں۔ 'آغاز حقوق بلوچستان package' پیپلز پارٹی نے اعلان کیا تھا کہ ہم پانچ ہزار نوکریاں مرکزی حکومت سے دیں گے پھر بعد میں وزیراعظم نے اعلان کیا کہ ہم بیس ہزار لوگوں کو نوکریاں دیں گے کیونکہ پچیس ہزار درخواستیں ہیں ہم بیس ہزار کو نوکری دیں گے۔ تمام ڈسٹرکٹ میں letters بھیجے گئے، درخواستیں مانگی گئیں، وہاں سے بے روزگاروں کی لسٹ جمع کی گئی مگر آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ 'آغاز حقوق بلوچستان' کہاں گیا وہ نوکریاں کہاں گئیں۔ بلوچستان کی اپنی ڈیمانڈ ہے کہ میری پندرہ ہزار نوکریوں کا کوٹا مرکزی حکومت پر پہلے ہی due ہے۔ آپ نے کہا کہ پانچ ہزار دیں گے ان پانچ ہزار کا کوئی علم نہیں ہے۔ رضا ربانی بھائی نے بڑے طمطراق سے تقریر کی تھی کہ ہم اس پر کمیٹی بنائیں گے، اس میں سینیٹ کی کمیٹی ہوگی، نیشنل اسمبلی کی کمیٹی ہوگی، اس میں اپوزیشن کے لوگ ہوں گے، اس میں حکومتی لوگ ہوں گے جو آغاز بلوچستان کو monitor کریں گے۔ آج وہ کمیٹی کہاں گئی؟ کہاں گئی وہ نوکریاں؟ کیا سینیٹ کی کمیٹی بنی جو monitor کر رہی ہے؟ کیا نیشنل اسمبلی کی کمیٹی بنی جو monitor کر رہی ہے؟ آپ نے جو ہزاروں درخواستیں لیں، ان درخواستوں کا کیا بنا اس کا کسی کو علم نہیں۔ وزیراعظم صاحب نے کہا کہ بیس ہزار نوکریاں، بیس ہزار کیا دس ہزار نوکریاں بھی نہیں ملیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم اس چیز کو address نہیں کرتے، اگر مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتیں اس مسئلے کو address نہیں کریں گی تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر حالات کو نارمل کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ جب میرے گھر میں بھوک ہوگی، جب میرا بچہ بیمار ہوگا، جب میری ماں بیمار ہوگی، جب میرا باپ بیمار ہوگا اور میں اس کا علاج نہیں کر پاؤں گا تو پھر میرے پاس تشدد کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ کرغزستان آپ کے سامنے ہے اور آپ کے حالات

کرغزستان کی مثال سے بہتر نہیں ہیں۔ اگر آپ دیہاتوں میں جائیں، آپ عام لوگوں کے پاس جائیں، ان کے پاس سوائے تشدد کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ آپ کے ہاں تشدد روز بروز بڑھ رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ بے روزگاری ہے۔ میں دوبارہ اس بات کو دہراتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے کوئی will کوئی امید نظر نہیں آرہی۔

جناب والا! ہمارے وزیر پانی و بجلی نے کہا کہ ہم rental power لارہے ہیں، rental power کے بعد لوڈشیڈنگ ختم ہوجائے گی۔ Rental power کہاں گئے؟ پھر کہا کہ دو دن کی چھٹیاں کرو۔ جناب چیئرمین! خدا کو مانو، حکومت سے پوچھو کہ جس ملک میں تعلیمی ratio 20% سے نیچے ہے وہاں پر آپ تعلیمی اداروں کی دو چھٹیاں کر رہے ہو، بجلی بچا رہے ہو یہ کون سا انصاف ہے؟ پہلے ہی تین مہینے کی summer vacations آپ کرتے ہیں، winter vacations آپ کرتے ہیں، چار مہینے کی تو آپ چھٹیاں کرتے ہیں، پھر اتوار آجاتا ہے، جمعہ آجاتا ہے اب آپ نے ہفتے کی چھٹی کی کیا آپ بچوں کو سکول میں نہیں پڑھانا چاہتے؟ میری آپ سے اور ہاؤس سے درخواست ہوگی کہ کم از کم آپ اس آرڈر کو تو واپس لے لیں، کم از کم سکولوں میں دو دن کی چھٹیاں نہ کریں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام چیزیں جو ہمیں نظر آرہی ہیں یہ بے روزگاری کی وجہ سے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے اس حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے پلان نہ بنائے۔ خدارا good governance کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ پوری دنیا کی رپورٹ ہے کہ good governance کے لیے کچھ بھی نہیں کیا جارہا۔ آج ہم نے Constitution میں amendment کی کہ 11% وزیر ہونے چاہئیں پھر یہ ہوا کہ اگلے سال کریں گے، کیوں اگلے سال کریں؟ اس کو ابھی سے implement کرو، ابھی سے ان کو پابند کرو کیونکہ یہاں پر جو وزیر بھی آتا ہے وہ ادارے کو چلانے کے لیے نہیں آتا وہ چوری کے لیے آتا ہے۔ بجائے اس کے کہ 80 چور رکھیں، بہتر ہے بارہ چور رکھ لو تھوڑا کم کھائیں۔ اس لیے جب تک آپ good governance کی طرف نہیں جائیں گے، employment develop نہیں کریں گے، power sector کو develop نہیں کریں گے اس کو ملک کو رکھنا مشکل ہوجائے گا۔ اس ملک میں اتنے چور، ڈاکو اور غنڈے پیدا ہونگے کہ ہم ان کو سنبھال نہیں پائیں گے۔ آج کوئی شریف آدمی گھر سے نہیں نکل سکتا۔ یہاں پر میں یہ mention کردوں کہ بلوچستان دوسرا سب سے بڑا ransom کا area ہے۔ اس وقت دنیا میں جو سب سے بڑا ransom area وزیرستان اور فاٹا کا ہے، دوسرا بلوچستان بنا ہوا ہے۔ Law and order کا وجود ختم ہوچکا ہے unemployment

روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، لوگ ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں- خدارا! ہوش کے ناخن لیں اور سمجھ لیں کہ آنے والا وقت کتنا خطرناک اور خوفناک ہے- فرانس میں جب انقلاب آیا تو جس کی skin صاف نظر آئی اس کو کاٹ دیا گیا اور کہا کہ یہ ہمیں لوٹ رہا ہے- ہمارے ہاں وہ وقت نہ آئے- بہت بہت شکریہ-

جناب چیئرمین: جاوید علی شاہ-

سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) طاہر حسین مشہدی: پوائنٹ آف آرڈر-

جناب چیئرمین: پوائنٹ آف آرڈر سب سے آخر میں ہوگا، فیصلہ ہو چکا ہے- جی جاوید علی شاہ

-

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین! کتنے منٹ بات کرنی ہے-

Mr. Chairman: Maximum 10 minutes as per rules.

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: شکریہ جناب چیئرمین- آج جس issue پر ہم بات کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ this is the most sensitive, most important issue. ہم تاریخ انسان کو اگر اٹھا کر دیکھیں تو جوں جوں انسان نے ہوش سنبھالا اور جس چیز کی ضرورت محسوس کی اسی کی وجہ سے ریاستیں قائم ہوئیں، قبیلے قائم ہوئے، قبیلے بدلتے بدلتے حکومتوں تک چلے گئے- کسی قبیلے کا وجود، کسی گروہ کا وجود، کسی قوم کا وجود، کسی ملک کا وجود، کسی ریاست کا وجود اور ریاست بننے کے بعد وہاں حکومتیں اگر بنیں تو سب کا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کے اس ہجوم کو، اس مجموعے کو کس طریقے سے روٹی اور روزگار مہیا کیا جائے اور لوگوں کو کس طرح انصاف دیا جائے- مقاصد صرف دو ہی تھے- آپ دنیا کے کسی غریب ترین ملک میں جائیں یا کسی امیر ترین ملک میں جائیں، میں سمجھتا ہوں کہ سب جگہ مسائل ایک جیسے ہوتے ہیں، فرق صرف degree کا ہوتا ہے- اگر ہم پاکستان میں unemployment کی بات کرتے ہیں، تو میں عرض کروں گا کہ افغانستان اور بنگلہ دیش میں unemployment کی ratio zero سے کچھ اوپر ہوگی- اگر آپ امریکہ چلے جائیں تو مسائل وہاں بھی یہی discuss ہوں گے- وہاں کی health problems, وہاں کے education, لوگوں کی welfare, مگر میں سمجھتا ہوں کہ degree کا فرق ہوگا-

پاکستان آج جن مسائل سے دوچار ہے، یہاں ابھی بات کر رہے تھے سلیم سیف اللہ صاحب- میں سمجھتا ہوں کہ وہ ملک جس کی حکومت غریب لوگوں کے لیے definite programme launch نہیں کر سکتی، اس حکومت کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آپ کو حکومت کہلوائے- اس کے

بہتر judge آپ ہیں۔ آج کے حکمران آپ ہیں، کیا اس وقت تک ہم اپنے ملک کے غریب لوگوں کے لیے، lower most class کے لیے کوئی definite programme launch کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں۔

جناب چیئرمین! دھڑا دھڑ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لوگ نہ اپنے پرانے اور آبائی کام کے رہتے ہیں اور نہ ہی انہیں یہاں روزگار ملتا ہے حکومتی سطح پر۔ لہٰذا وہ شخص جو چار جماعتیں پڑھ جاتا ہے وہ ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اگر کسی مستری، مزدور یا ترکھان کا بیٹا چار جماعتیں پڑھتا ہے تو وہ اس امید پر پڑھتا ہے کہ اسے job ملے گی، مجھے حکومت کہیں نہ کہیں adjust کرے گی۔ وہ اپنے باپ دادا کے کام کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد دوسرا کام بھی اسے نہیں ملتا۔ بتائیں اس گھر کی حالت کیا ہو گی؟

جناب چیئرمین! آج ہم لوگ سوچتے ہیں کہ private اداروں، industry میں لوگوں کی کھپت ہوجائے گی لیکن ان کی حالت بھی آپ کے سامنے ہے۔ جس ملک میں energy crisis ہو، روزانہ industries بند ہوتی چلی جائیں، وہاں لوگ industry چھوڑ کر بھاگیں گے یا وہاں ان کو jobs ملیں گی۔ وہ راستہ جو لوگوں کے لیے ایک امید کی کرن تھا کہ private sector میں کھپت ہو گی وہ بھی مجھے بند ہوتا نظر آتا ہے۔

جناب چیئرمین! ہونا تو یہ چاہیے کہ ایک ایسی جامع اور واضح پالیسی ہو کہ کوئی شخص جب تعلیم حاصل کر لیتا ہے تو اس کو job security ملے۔ ہماری تعلیم کے systems کچھ اس قسم کے ہیں کہ پڑھنے کے بعد نہ job ملتی ہے اور نہ ہمارے پاس technical education ہوتی ہے کہ جس کا سہارا لے کر ہم کوئی دوسرا کام کر سکیں۔ یہ بحث برسوں سے چلی آ رہی ہے اس ملک میں کہ تعلیمی نظام ایسا ہو کہ پڑھنے کے بعد job security ہو۔ مگر ایسا اس لیے نہیں ہے کہ ہم سکولوں اور کالجوں میں اس قسم کی تعلیم ہی نہیں دیتے جس سے فارغ ہونے کے بعد کوئی نوجوان روزگار حاصل کر سکے۔

آج اگر ہم یہ سوچیں کہ یہ معاملات اسی طرح بالکل smoothly چلتے رہیں گے تو ایسا نظر نہیں آتا۔ We are leading towards revolution. جب ہم evolution کے process کو بند کر دیتے ہیں تو پھر ممالک میں revolutions آیا کرتے ہیں جناب والا، دنیا کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ جناب والا! جہاں بیروزگاری اس سطح پر پہنچ گئی ہو کہ لوگوں کو ایک وقت کی روٹی کا ملنا بھی مشکل ہو گیا ہو تو پھر لوگ اس روٹی کو چھینا کرتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں بیشمار مثالیں ملتی ہیں، مجھے

دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ہم ان حالات کا جائزہ لیں کہ کسی ملک میں انقلاب کس وقت اور کیوں آیا اور پھر اپنے ملک کے حالات دیکھیں تو مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس وقت تک لوگ انقلاب کے لیے اٹھ کھڑے کیوں نہیں ہوئے۔ ہر وہ چیز جو کسی انقلاب کے لئے ضروری ہوتی ہے وہ mature ہوچکی ہے مگر سمجھ سے باہر ہے کہ کیا حالات ہیں اور کیا وجہ ہے کہ لوگ اس طرف نہیں آ رہے ہیں ورنہ اس وقت تک بننے والی ہماری حکومتوں نے انقلاب برپا کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

جناب چیئرمین! ابھی یہاں پر تذکرہ ہو رہا تھا کہ ہماری 50% آبادی 25 سال کی عمر کے لوگوں پر مشتمل ہے------

(اس موقع پر مغرب کی اذان ایوان میں سنائی دی)

(بعد ازان مغرب)

جناب چیئرمین: جی شاہ صاحب conclude کر لیں پھر نماز کا وقفہ کر لیتے ہیں۔آپ ختم کریں گے یا نماز کے وقفے کے بعد بھی بولیں گے۔ جیسے آپ کی مرضی۔

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: ابھی مجھے ختم کر لینے دیں۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جس ملک میں نوجوانوں کی اتنی آبادی روزگار کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہے وہاں کیا ہوگا؟ Unrest ہوگا اور اس unrest کے نتیجے میں لوگ اچھے اور معزز شہری بننے کی بجائے چور، ڈاکو اور معاشرے کے بد ترین شہری بننے پر مجبور ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں نوجوان آج اس جرم میں ملوث ہے تو اگر ہم ذرا غور سے دیکھیں تو اس social evil میں اس individual کا کوئی قصور نہیں ہوگا جو ڈاکو کے روپ میں یا چور اور لٹیرے کے روپ میں ملتا ہے، اس کی تمام تر responsibility state پر جاتی ہے جو اس کو وہ مواقع فراہم نہیں کر رہی ہے جن کے تحت وہ ایک اچھا شہری بن سکتا تھا۔ جناب پنجابی میں کہتے ہیں کہ ' ٹڈ نہ پیاں روٹیاں تے سب گلاں کھوٹیاں '۔جناب! basic requirement کسی انسان کی یہ ہے کہ جب تک کسی کو روٹی نہ ملے تو اس کے لئے دنیا بے معنی ہوتی ہے۔ کوئی اس کی حیثیت نہیں ہوتی۔میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی وقت ہے کہ ہم most lower class کے لئے ، نوجوانوں کے لئے کوئی definite programme launch کریں اور خاص طور پر polytechnic institutes کو فروغ دیں۔ ہمارے جتنے بھی اس قسم کے ادارے بنے ہوئے ہیں ان سے آج تک چار ہزار لوگوں کو روزگار مہیا کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: ختم کریں نماز کا وقت نکل جائے گا۔ بہت بہت شکریہ۔ آپ conclude کریں گے یا نماز کے بعد بات کریں گے؟

سینیٹر سید جاوید علی شاہ: میں ختم کرتا ہوں، اگر ان اداروں کی تعداد کو بڑھا دیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی بہتر ہو گا۔

بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب بیس منٹ کا وقفہ کر لیتے ہیں نماز کے لئے۔

[The House was then adjourned for Maghrib prayers.]

(وقفہ نماز مغرب کے بعد اجلاس کی کارروائی زیر صدارت جناب ڈپٹی چیئرمین میر جان محمد خان جمالی شروع ہوئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں نعیم چٹھہ صاحب پہلے تقریر کر لیں۔ وہ last speaker ہیں۔ کل تین تقاریر رہ گئی ہیں۔ کل دس یا بیس منٹ اس پر لگ جائیں گے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: میں نے سب سے پہلے نام لکھوایا تھا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی رحیم مندوخیل صاحب۔ جی بالکل آپ کا نام بھی لسٹ میں ہے۔ نعیم چٹھہ صاحب کے بعد عبدالرحیم مندوخیل کو لے لیں گے۔ جی چٹھہ صاحب۔

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: شکریہ جناب چیئرمین۔ ایک بڑا اہم اور بڑا sensitive issue which is under discussion of this august House وہ بےروزگاری ہے۔ جناب محترم! بیروزگاری، غربت مہنگائی، امن عامہ، یہ سارے آپس میں جڑے ہوئے issues ہیں۔ آبادی بھی بہت زیادہ بڑھ رہی ہے، اسی لحاظ سے ہمارے وسائل کم ہو رہے ہیں، اسی لحاظ سے مختلف وجوہات کی بناء پر ہمارے ہاں بےروزگاری بڑھ رہی ہے۔ پچھلے census کے مطابق ہمارے ملک کی پینتالیس فیصد آبادی تقریباً پندرہ سے پچیس سال کے درمیان ہے، جو جوان ہے، youth ہے، پڑھی لکھی ہے۔ ان کے لیے کوئی روزگار، کوئی منصوبہ، کوئی پروگرام ملک میں نہیں ہے اور حکومت وقت نے اس سلسلے میں کوئی بندوبست نہیں کیا حالانکہ پڑھے لکھے نوجوان لڑکیاں، لڑکے ڈگری لینے کے باوجود jobless ہیں۔ جو job میں ہیں، دہشت گردی سمجھ لیں، بجلی یا ڈیزل کی کمی سمجھ لیں یا یہ اور کچھ، جس قسم کے

بحرانوں سے ملک گزر رہا ہے، یہ بڑا مشکل دور ہے، اس وجہ سے بے روزگاری دن بدن بڑھ رہی ہے، ادھر ملک کی آبادی دن بدن بڑھ رہی ہے لیکن ہمارے پاس کوئی منصوبہ ہے نہ پروگرام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بحران آنے والے وقتوں میں بہت گھمبیر ہو جائے گا۔حکومت کی کوئی خاص پالیسی نہیں ہے، یکم مئی کو Labour Policy announce کی گئی ہے، جس میں حالات کا جو تقاضا تھا اس کے مطابق تھوڑا بہت کیا ہے لیکن وہ کافی نہیں ہے۔ چھ ہزار روپے بنیادی income کو سات ہزار روپے کیا گیا ہے۔ کچھ marriage کا، کچھ موت کا اور کچھ ان کی پنشن میں اضافہ کیا گیا ہے لیکن فی زمانہ وہ ناکافی ہے۔ حکومت اپنی جگہ پر justified ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ public اس گرانی اور بے روزگاری سے پٹی ہوئی ہے۔ اگر ہم نے اس کا صحیح انتظام نہیں کیا تو آجکل ہر شہر، ہر محلے میں agitation ہے، سارے لوگ سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔ کسی کو خوراک نہیں مل رہی، ان کے پاس job ہے نہ آمدنی۔ دن بدن مہنگائی بڑھ رہی ہے اور حال ہی میں جس طرح petroleum کی قیمتیں بڑھی ہیں، وہ بھی عجیب قسم کا واقعہ ہوا ہے کہ ''مرے کو مارے شاہ مدار''۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں ایسی سوچ بچار نہیں ہے۔ ہمیں اس کا کچھ نہ کچھ سد باب کرنا چاہیے۔ لوگوں نے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے، اگر بے روزگار ہیں، غربت میں پھنسے ہوئے ہیں تو کل کو یہ جرائم پیشہ بن جائیں گے اور یہی لوگ دہشت گرد بن جاتے ہیں۔ یہی لوگ بیچارے اپنی مجبوریوں کی بنا پر پیسے لے کر خودکش حملوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اور یہ قوم و ملک کا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں بڑا جامع پروگرام ترتیب دینا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے جو جوان ہیں انہوں نے کل شادی بھی کرنی ہے، انہیں روزگار، گھر بھی چاہیے اور ان کی بہت سی دوسری ضروریات ہیں۔ میں گورنمنٹ کی internship scheme کو appreciate کرتا ہوں، اس میں کچھ stipend دے رہے ہیں لیکن وہ بھی ناکافی ہے اور بہت مشکلات ہیں۔ اس سے ہماری youth train ہو رہی ہے، کچھ experience حاصل کر رہی ہے لیکن اس کو ذرا وسیع کرنا چاہیے تاکہ جو فارغ لوگ ہیں، ان کو اگر دس سے پندرہ ہزار روپے ماہانہ stipend دیا جائے تو اس سے کچھ relief مل جائے گا، اس پر عملدرآمد ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہمیں اور بہت سی schemes زراعت، صنعت کے متعلق شروع کرنی چاہییں۔ بجلی کی کمی کی وجہ سے ساری صنعتیں اور خاص طور پر Textile اور اب تو Steel industry کو بھی بجلی نہیں دی جا رہی تو سارا ملک بے روزگار ہوتا جا رہا ہے۔ Manufacturing States ہی روزگار مہیا کر سکتی ہیں جہاں پر مزدوروں کی کھپت ہوتی ہے اور ان کو روزگار ملتا ہے۔ جب تک امن عامہ نہیں ہو گا، کوئی investment نہیں آئے گی اور کوئی فیکٹری نہیں چلے گی اور اگر بجلی کی

generation نہ ہو، تو نہ زراعت و صنعت کی اور نہ ہی گھریلو ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ ہم اتنے تشویشناک دور سے گزر رہے ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ نہ کوئی promise نہ کوئی امید، نہ کوئی پروگرام اور نہ ہی اس کی کوئی پالیسی معرض وجود میں آ رہی ہے۔ جہاں بھی دیکھیں، ہر جگہ، ہر شعبہ میں day to day تنزلی اور زوال اور خامیاں اور کمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ہم destabilize ہو رہے ہیں اور revolution کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہم اس وقت بلاوجہ خوش ہو کر اپنا اپنا وقت گزار رہے ہیں، day to day policy پر چل رہے ہیں۔ آج کا دن گزر گیا ہے اچھا ہے لیکن یہ صورتحال کب تک چلے گی؟ اتنا اچھا ملک، اتنے اچھے وسائل، اتنی اچھی اور محنتی قوم اور اتنے اچھے لوگ لیکن ہم یہ سب کچھ پالیسی، نظم وضبط اور پروگرام نہ ہونے کی وجہ سے ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں ہر حالت میں ساری باتیں چھوڑ کر جنگی بنیادوں پر جس طرح انہوں نے اٹھارہویں ترمیم پر consensus پیدا کیا ہے، یہ قابل ستائش عمل ہے لیکن اس کے ساتھ یہ کوئی ڈیم وغیرہ بنانے یا energy پیدا کرنے کے لیے یا کچھ اور صورتحال پیدا کرنے میں consensus پیدا کریں اور لوگوں کو روزگار مہیا کریں، اگر روزگار ہو گا تو امن ہو گا۔ امن عامہ میں جو disturbance ہو رہی ہے، اس سے خلاصی ہو گی، دہشت گردی ختم ہو گی۔ یہ ساری چیزیں آپس میں جڑی ہوئی ہیں۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ اگر ہمارے ملک کے اندرونی حالات ٹھیک نہ ہوئے تو ہمیں بیرونی خطرات سے بھی خدانخواستہ دوچار ہونا پڑے گا۔ ہمیں اچھا موقع ملا ہے، ہم اچھی جمہوریت چلا رہے ہیں۔ ملکی مفاد کے لیے جمہوری کوشش تو ہو رہی ہیں لیکن فلاحی اور رفاحی کاموں کے لیے ہم کوئی plan نہیں بنا رہے۔ ہمیں فوری طور پر سارے کام چھوڑ کر national level پر اس کو ترجیح دیتے ہوئے، اپنے جو چھوٹے چھوٹے مفادات ہیں، ان کو پس پشت ڈال کر long term and short term policy پر عمل کرتے ہوئے ملکی حالات کو بہتر بنانے کے لیےاور خاص طور پر youth کے لیے کوئی پروگرام بنانا چاہیے۔

وقت کی قلت کی وجہ سے بات مختصر کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کافی اچھی باتیں ہوئی ہیں لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہو رہا۔ ان ساری چیزوں کو ذرا وسیع کرتے ہوئے، تھوڑا سا کھلا کرتے ہوئے حکومت وقت کو بہت سے بیرون ملک اور اندرون ملک جو فضول اخراجات ہو رہے ہیں ان کو کم کرتے ہوئے کفایت شعاری اپنانی چاہیے اور خود انحصاری پر عمل کریں۔ سب سے زیادہ جو قرضہ inflation اور خسارہ بڑھ رہا ہے وہ IMF کی وجہ سے ہے حالانکہ IMF اتنا بدنام ہے اور اتنی conditions لگاتا ہے کہ

باہر کے اچھے لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو IMF کے چنگل میں پھنس جاتا ہے وہ سوائے دیوالیہ اور غربت کے وہاں سے کچھ اور حاصل نہیں کرتا اور اس کو کوئی ادارہ، کوئی بنک، کوئی قوم بھی قرضہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ ان چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں خود انحصاری اختیار کرنی چاہیےاور خاص طور پر زراعت، Textile یا ہمارے ملک میں جتنے بھی raw material موجود ہیں، اس کے لیے ہم فوری طور پر کچھ کریں۔ ہماری youth and labour کو روزگار ملے گا تو ہم بہت سے جرائم، بدگمانیوں اور بہت سی بری عادتوں سے بچ سکتے ہیں لیکن شومئی قسمت یہاں پر اس کے تدارک کے لیے کوئی سوچ، کوئی امید نہیں ہے۔ نہ بجلی پیدا ہونے کی کوئی امید ہے کہ اگلے چار، پانچ سالوں میں ہماری حالت کچھ بہتر ہو جائے گی۔ ابھی خریف کا موسم ہے، موسم گرم ہوتا ہے، فصلوں کو پانی کی بہت ضرورت ہے، بارشیں بھی نہیں ہورہیں، water level بہت نیچے چلا گیا ہے، ٹیوب ویل بھی نہیں چل رہے اور load shedding ہوتی ہے، ایک گھنٹہ بجلی آتی ہے، ایک گھنٹہ نہیں آتی بلکہ ایک گھنٹہ آتی ہے اور دو، تین گھنٹے نہیں آتی۔ ہماری اتنی اچھی wheat crop ہوئی ہے، وہ نہ گورنمنٹ خرید سکی ہے، نہ اس کے پاس کوئی جگہ ہے اور اس لحاظ سے وہ مارکیٹ میں بڑے سستے داموں جا رہی ہے اور اس طرح ساٹھ، ستر فیصد آبادی کی سالانہ income down جا رہی ہے۔ وہ بھی غریب ہو رہے ہیں، ان کے پاس بھی وسائل کم ہو رہے ہیں۔ ان کے بچوں نے بھی کتابیں لینی ہیں، انہوں نے بھی پڑھنا ہے، انہیں بھی صحت اور ضروریات زندگی کی ضرورت ہے لیکن چونکہ کسی شعبے میں بھی کوئی planningاور تسلسل نہیں ہے تو ہم بڑی drastic صورتحال سے دوچار ہونے والے ہیں۔ ہمیں ہوش کے ناخن لینے چاہییں اور اس کا تدارک کرنے کے لیے اس کی پالیسی بنا کر اس پر عمل کرتے ہوئے ہمیں پاکستان کی بہتری، بقا اور اس نعمت کو قائم دائم رکھنے کے لیے ساری چیزیں قربان کرتے ہوئے اس کی بہتری کے لیے کام کرنا ہوگا۔ ان ہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی .thank you منصوبہ بندی کا فقدان رہا ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ جب population planning programme آیا تھا، اس وقت اعتراض ہوا تھا، ادھر سے بھی مسئلہ ہے، population بڑھ گئی ہے یعنی آج تک planning handle نہیں ہوئی۔ جی عبدالرحیم مندوخیل صاحب۔ زاہد خان! تھوڑا تھوڑا time دیں کیونکہ ,motion is on ایک دفعہ چیز motion میں ہو، Senate میں motion میں چیز آجائے تو چلنے دیں، اگر آپ نے Senate میں رکاوٹ ڈالی تو پھر بہت slow motion میں آجاتی ہے۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے جناب سومرو صاحب کے unemployment motion کے موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب چیئرمین! یہ بنیادی طور پر ہمارے ملک کی مجموعی economic strategy سے متعلق موضوع کا ایک حصہ ہے۔ جناب والا! بنیادی بات یہ ہے کہ کیا ہم ایک ایسی strategy رکھتے ہیں یا ہم ایسی strategy بنا سکتے ہیں جس سے ہمارے پیداواری عمل کا واقعی نتیجہ نکلے، پیداوار میںgrowth ہو، خواہ وہ زرعی ہے، صنعتی ہے، اسی طرح مجموعی طور پر تجارت ہے، ہم جب دیکھتے ہیں تو ہم اس میں اس وقت مجموعی طور پر تقریباً ہر پہلو سے ناکام نظر آرہے ہیں۔ آپ جو بھی موضوع دیکھیں، اس میں ہم بنیادی طور پر ناکام ہیں، خواہ وہ زراعت میں ہے، صنعت میں ہے، تعلیم میں ہے، ہماری زندگی کے جو بھی پہلو ہیں۔

جناب والا! ہمارے ملک کی آج ایک خوش قسمتی ہے کہ ہم نے 62 سال کے آئینی problem کو کسی حد تک سیاسی اصلاحات، آئینی اصلاحات کر کے 18th Amendment کے ذریعے سے حل کیا ہے۔ جناب والا! ہم نے priority کا ایک بنیادی قدم اٹھا لیا ہے۔ اب ہماری تمام society, تمام پارٹیوں اور بالخصوص Government کی پارٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ آپ وہ نئی priorities اپنے سامنے رکھیں۔ ہمیں بنیادی طور پر اپنی زندگی کی معاشی، سماجی strategy بنانے کی کوشش کرنی چاہئیے، یہ جو موقع ملا ہے، اگر ہم نے ضائع کیا تو بعد میں ہو سکتا ہے کہ کوئی موقع نہ ملے۔ جناب چیئرمین! میں اتنا عرض کروں کہ اس کی مجموعی strategy پر بات کرنے کی یہاں گنجائش ہی نہیں ہے۔ بہرصورت یہ Government کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی پالیسیاں بنائے۔ میں یہاں پر particular بات کروں گا کہ روزگار دنیا میں ایک بنیادیright بن گیا ہے، ایک بنیادی حق بن گیا ہے، اگر ہم نے اس مسئلے کو حل کرنا ہے یا اس کا بوجھ کم کرنا ہے تو اس کے لیے ہمیں روزگار کو بنیادی حق قرار دینا چاہئیے۔ جناب والا! جو شخص بھی بے روزگار ہو، اس کا روزگار نہ ہو تو اس کے لیے اس کی مہارت کے مطابق انتظام ہونا چاہئیے، stipend ہونا چاہئیے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: عبدالرحیم خان صاحب! conclude کریں، please 5, 5 minutes کر لیں کیونکہ کچھ زیادہ speakers ہیں جو مجھے اطلاع آئی ہے کہ 3 Members بولیں گے، اب تین کے بجائے 5 Members ہو گئے ہیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بہر صورت یہ ایک بنیادی روزگار کا حق قرار دینا چاہیئے، میں پہلی بات یہ کروں گا کہ جب تک اس کا علاج بنیادی حق کی حیثیت سے نہ ہو تو جناب والا! بیروزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے بارے میں کوئی سنجیدہ ہی نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! میں دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ ہم جب مجموعی طور پر کہتے ہیں کہ بجلی کی load shedding ہے، اس میں یہ مسئلہ بھی آرہا ہے کہ ابھی پالیسی بنائی ہے کہ دو دن چھٹی ہو گی، اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم چلتے چلتے تین دن کی چھٹی کر دیں، ہم آخر میں کام بند کریں۔ ہمیں اپنی صنعت، زراعت کی ایسی پالیسی بنانی چاہئیے کہ ہم کام جاری رکھیں، پیداوار ہو، اب جب آپ نے پیداوار کو stop کیا اور آپ نے اس کا علاج یہ دیا۔ جناب والا! میں اسی بجلی کے مسئلے کو اپنے صوبے کی طرف لے جاؤں گا، ہمارا صوبہ بلوچستان، پشتون بلوچ صوبہ ہے تو اس میں پانی وافر مقدار میں ہے، جب ہم بارش کا سالانہ حساب لگاتے ہیں تو کوئی 10 million acre feet سے زیادہ پانی ایسے ہی ضائع ہوتا ہے۔ اب اس کے لیے ہماری مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت پانی کا انتظام کریں تو اس کو store کیا جائے، زمین میں پانی کی recharging ہو، یہ بہت کم خرچے سے ہے۔ میں اتنا کہوں گا کہ ایک ہنگامی بنیاد پر programme ہو، آپ بہت کم خرچے سے ہمارے صوبے میں زراعت کو اتنی ترقی دیں گے، سبزی، میوہ، غلہ انشاء اللہ تمام ملک کے لیے یہ کافی ہو گا۔ جناب والا! بہت کم خرچہ ہو گا۔ یہاں پر ہمارے اکثر دوست کہہ دیتے ہیں کہ سندھ taxes کی زیادہ ادائیگی کر رہا ہے، کوئی کہتا ہے کہ پنجاب کر رہا ہے، بھائی صاحب! ان پر تو خرچہ ہوا ہے، ان پر 62 سالوں سے خرچہ ہوا ہے، ظاہر ہے کہ کچھ چیزیں ان کی آگے ہیں۔ ہمارے پشتون بلوچ کے جو علاقے ہیں، ان پر کچھ خرچ ہی نہیں ہوا ہے۔ اب ہماری تجویز ہے کہ پانی کے بارے میں ہمارے صوبے کے لیے خصوصی programme بنایا جائے تاکہ ہماری زراعت کی ترقی ہو، جب زراعت کی ترقی ہو گی تو اس سے صنعت بھی ہو گی، تجارت بھی ہو گی، transport بھی ہو گی۔ جناب والا! تقریباً 1100 megawatts بجلی ہمارے صوبے کی ضرورت ہے لیکن ہمیں 500, 600 megawatts بمشکل دے دیتے ہیں، ہمیں پوری بجلی نہیں مل رہی ہے۔ جناب والا! اب جب یہ صورت ہو تو پھر آپ کس طرح ترقی دے سکتے ہیں، کس طرح بے روزگاری ختم کر سکتے ہیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

جناب والا! ہمارے صوبے میں آغاز حقوق بلوچستان ہوا ہے، ہم اس کے دوسرے فائدے اور دوسری چیزیں چھوڑ دیتے ہیں، ایک بات تھی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم 5000 services

5000 لوگ ابھی تک ان postgraduates بےروزگاروں کو فراہم کریں گے۔ جناب والا! لوگ ابھی تک ان services کے منتظر ہیں، ہزاروں applications ہیں یعنی 5000 services ہیں، ان کی applications 20000 سے بڑھ گئی ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی انتظام نہیں ہے، اس پر کوئی عمل نہیں ہے تو ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ یہ جو آغاز حقوق بلوچستان میں جو بھی وعدے ہوئے ہیں، دعوے ہوئے ہیں، ان پر عمل ہونا چاہیئے۔ اگر جناب والا! اس پر عمل نہیں ہو گا تو ہمارے صوبے میں حقیقت میں بےروزگاری کو کسی صورت میں control نہیں کیا جا سکتا۔ جناب والا! میں نے آپ کا وقت لیا۔ بنیادی چیز یہی ہے کہ اب گورنمنٹ کو موقع ملا ہے اور جاوید شاہ صاحب کی بات کہ آپ projects بنائیں، اگر آپ نے strategy بنانی ہے تو projects بنائیں تاکہ پوری دنیا کو معلوم ہو کہ یہ وہ اقدامات ہیں جن پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر شیرالہ ملک صاحبہ۔ ٹائم کی paucity ہے اس کا ذرا خیال کریں۔ مشاہد صاحب! آپ کے نام پر تو یہاں tick لگا ہوا ہے۔ آپ! پہلے تقریر کر گئے ہیں؟ اصل میں بہت سے points of order کا دن بھی ہے۔ بس پانچ پانچ منٹ تقاریر کراتے جائیں گے۔ پتا نہیں آپ کے نام پر کیوں tick لگا ہوا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ecstasy state نہیں ہے، پرانے زمانے میں جو tick لگتا تھا اس کا مطلب کچھ اور ہوتا تھا۔ جی میڈم فرمائیں۔

سینیٹر شیرالہ ملک: جناب چیئرمین شکریہ کہ آپ نے مجھے اس topic پر بولنے کا موقع دیا۔ میں ڈاکٹر سومرو صاحب کی بہت شکر گزار ہوں کہ وہ اتنا اہم topic ایوان میں لے کر آئے۔ میں کافی عرصے سے محسوس کر رہی تھی کہ ہمارے ملک میں بہت زیادہ بےروزگاری ہو رہی ہے لیکن اس کا کوئی سدباب نہیں ہو رہا۔ جب سے میں نے یہ ایوان join کیا تو مجھے بہت سی applications نوکریوں کے سلسلے میں ملیں لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کس سے شکوہ کروں اور ان لوگوں کو کیسے ناامید لوٹاؤں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج اس نے یہ موقع دیا ہے کہ ہم آپ کی وساطت سے کچھ کہہ سکیں۔

میں سوچ رہی تھی کہ میں کس capacity میں اپنے پڑھے لکھے نوجوانوں کی مدد کروں، ان کی محرومیاں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں۔ جب سے میں نے یہ ایوان join کیا ہے یقین کریں کہ روزانہ مجھے نوکریوں کے لیے درخواستیں موصول ہوئی ہیں اور دوردراز علاقوں سے لوگ بڑی پریشانی کی حالت میں فون بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے حالات کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں، اس مہنگائی کے زمانے میں جس طرح والدین اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور قرضے تلے دب جاتے ہیں اور صرف یہ سوچ کر کہ جب

ہمارا بچہ تعلیم سے فارغ ہو جائے گا تو ہم اپنا قرضہ اتار دیں گے اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے لیکن اس کے برعکس وہ frustration کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہمارے لوگ نفسیاتی مریض بنتے جارہے ہیں۔ جب یہ سب کچھ دیکھتی ہوں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ کاش مجھے کوئی ایسا portfolio ملتا کہ میں ہر درخواست گزار کو نوکری دلا سکتی۔ اس کی وجہ سے لوگ ملک سے باہر چلے جاتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی اپنا ملک اور والدین کو چھوڑ کر خوشی خوشی نہیں جاتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ایسی پالیسی بنائیں کہ ہر شخص روزگار حاصل کر سکے۔ اب energy crisis کی وجہ سے جو لوگ کام کر رہے تھے وہ بھی بیکار ہو گئے ہیں۔ خدارا کچھ کیجیے ورنہ ہمیں اللہ کو جواب دینا ہے اور اس وقت ہم شرمندہ کھڑے ہوں گے کیونکہ ہم نے حقدار کا حق ادا نہیں کیا ہو گا۔ یہ اسٹیٹ کی ذمہ داری ہوتی ہے جو کہ ہم صحیح طریقے سے پوری نہیں کر رہے۔ ملک میں پہلے ہی بدامنی ہے اور جب کھانے کو روٹی نہیں ہوتی تو کوئی بجلی کا بل کیسے ادا کرے اور کہاں سے مہنگائی کو بھگتے۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کس طرح survive کرے۔

جناب چیئرمین! جو لوگ job کے لیے apply کرتے ہیں تو vacancy پہلے ہی پر ہو چکی ہوتی ہے۔ خدارا قوم کو اتنا بے وقوف نہ بنائیں، بہت ہو چکا، اب کوئی ٹھوس اور شفاف طریقہ کار بنائیں تاکہ یہ ملک ترقی کرے اور لوگ اپنی زندگی سکون سے اپنے ہی ملک میں رہ کر گزار سکیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ میڈم۔ مختصر تقاریر کریں، تین speakers ہیں۔

سینیٹر میر حاصل خان بزنجو: جناب چیئرمین! اتنی تقاریر ہو گئی ہیں اور باقی ایک دو کو Monday پر رکھ لیں۔ یہ بڑے important points of order ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا حیدری صاحب! آپ اس پر point of order لینا چاہتے ہیں؟

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: نہیں جناب اس تحریک پر بولنا چاہتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا صاحب وہی قلات والا مسئلہ لے رہے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: وہ اسی میں آجائے گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے feeling یہ ہے کہ رات کے سوا آٹھ ہو گئے ہیں۔ظفر علی شاہ صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ مجھے بھی دو منٹ بولنے دیں۔ مولانا حیدری صاحب بھی کہہ رہے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں اسی تحریک پر بولنا چاہوں گا اور پھر سب کے points of order ہیں، نہیں تو پھر آپ ہمیں کل ٹائم دے دیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ مختصر کر لیں تا کہ ہم اس کے بعد دوسری motions take up کریں۔آپ کو پتا ہے کہ تقاریر کے بعد پالیسی کتنی دیر میں بنے گی۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: ایسا کرتے ہیں کہ مختصر تقاریر کر لیں اور میرے دوست تھوڑا صبر کر لیں۔ پریس والے آپ کی خاطر بیٹھے ہیں، ان کی خبریں بھی آج آپ کے mood سے بنیں گی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: چیئرمین صاحب! آپ مجھے تو پانچ منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مولانا حیدری صاحب! please مختصر کرتے جائیں تا کہ points of order take up کریں۔ یہ خود بے روزگار نہیں ہیں لیکن ان کا بے روزگاری پر تقریر میں نام ہے اور میری دعا ہے کہ ڈاکٹر شیر الہ ملک کو کبھی بجلی کا portfolio نہ ملے۔ جی مختصر بات کریں، اب دوست بے چین ہو رہے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میں بہت ہی مختصر بات کروں گا۔ ڈاکٹر خالد سومرو صاحب نے جو تحریک پیش کی ہے اور ہم سب کی توجہ اس مسئلے پر دلانے کوشش کی ہے------

جناب ڈپٹی چیئرمین: زاہد خان! چٹکیاں نہ بجائیں، ایسا لگ رہا ہے آپ قصہ خوانی میں چائے کا order دے رہے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چاہوں گا، ان کو ذرا خاموش کروالیں۔ بات یہ ہے کہ بنیادی طور پر امن اور روزگار ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اگر کوئی بھی ریاست اپنے باسیوں کو، ریاست کے باشندوں کو امن نہ دے سکے، روزگار نہ دے سکے تو میں سمجھتا ہوں کہ اخلاقی طور پر اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ حکومت کرے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: چلیں پھر آپ ادھر آجائیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سنیں تو سہی۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بد قسمتی سے میں اس حکومت کا حصہ ہوں اور حصہ ہوتے ہوئے جو زمینی حقائق ہیں ان پر گفتگو ہوتی ہے اور مافی الضمیر کا اظہار برملا ہوتا ہے۔ جناب چیئرمین! حضرت عمرؓ نے فرمایا (عربی) اگر کوئی کتا بھی دریائے فرات کے کنارے بھوک سے مر جائے گا تو قیامت کے دن عمرؓ سے اس کتے کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ آپ کے دور حکومت میں ایک کتا بھوک سے کیوں مرا۔

جناب چیئرمین! میں اپنے بلوچستان کی بات کرتا ہوں۔ وہاں غربت اور بےروزگاری اس حد تک پہنچ چکی ہے اور آپ اس بات سے آگاہ ہیں کہ ایسے لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ تھوڑے سے چاول پوری دیگچی میں ڈالتے ہیں اور پھر ایک شوربہ سج بنتا ہے اسے پیتے ہیں اور اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم حاکم ہیں اور ہم حکمران ہیں۔ اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ آپ کریں، ادھر آ کر بیٹھیں۔ جب تم ادھر تھے تو تم نے کیا کیا، تم نے کونسے تیر مارے، تم نے لوگوں کو قتل کرنے کے علاوہ، بلوچستان پر آپریشن کرنے کے علاوہ، نواب اکبر خان بگٹی کو شہید کرنے کے علاوہ کیا کیا؟ ہم تمہاری پالیسیوں کے نتیجے بھگت رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا کہ بےروزگاری ملک کا اہم مسئلہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جی پوری دنیا میں بیروزگاری ہے، ہے، لیکن جس طرح ہمارے ہاں ہے ایسے نہیں ہے۔ اس بےروزگاری کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے امن ہونا چاہیے، جب امن قائم ہو گا تو آپ کی معیشت بہتر ہو گی، investors آئیں گے، سرمایہ کار آئیں گے اور سرمایہ کاری کریں گے۔

آپ ملک میں صنعتوں کا جال بچھائیں، فیکٹریاں قائم کریں، زراعت کے شعبے پر توجہ دیں۔ بلوچستان کی بات ہو رہی تھی، حاصل خان بلوچستان کی بات کر رہے تھے، میں بھی دس دن بلوچستان میں رہ کر آیا ہوں، دو گھنٹے بھی بجلی وہاں نہیں ملتی۔ زراعت تباہ ہو گئی ہے۔ اب آپ بتائیں کہ پھر بےروزگاری کا خاتمہ کیسے ہو گا؟ امن و امان کے مسئلے کو آپ دیکھیں۔ بلوچستان کی اشک شوئی کے لیے، آغازِ حقوقِ بلوچستان پیکج دیا گیا۔ اب تک تو وہاں کوئی چیز سامنے نہیں آئی۔ جناب چیئرمین! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اشک شوئی کے بجائے، زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے، اغوا نما گرفتاریاں جاری ہیں۔ یہ مجھے میرے بھائی نے چٹ دی ہے۔ حاجی ولی محمد قلندرانی جو ایک معزز شہری ہیں، BNP عوامی کے مرکزی رکن ہیں، انہیں پولیس نے اٹھایا ہے۔ ان پر کوئی کیس نہیں ہے۔ رہا ہو کر آیا، پھر

تین MPO میں رکھا ہے، جرم کیا ہے، کوئی پتا نہیں۔ ان کے بھائی خود وزیرِ داخلہ ہیں۔ ان کی بات نہیں مانی جارہی۔ کیا بات ہے آخر؟ میرے اپنے جمعیت علماءِ اسلام کے انتہائی اہم رہنما، مرکزی جنرل کونسل کا رکن، مولانا خلیل احمد بلیدی اور ان کے بھائی جمیل احمد، دونوں کو رات کی تاریکی میں FC کے جوان اور سادہ کپڑوں میں ملبوس لوگوں نے آکر اٹھایا اور آج تک ان کا پتا نہیں۔ خلیل احمد بلیدی عام آدمی بھی نہیں ہے، ایک کاروباری آدمی ہے، عزت دار آدمی ہے، بلوچستان کے سب لوگ اسے جانتے ہیں۔ کوئی پتا نہیں اس کا۔

جناب چیئرمین! جب ملک کے اندر اس طرح کے حالات ہوں گے، امن و امان تباہ و برباد ہوگا، زراعت پیشہ لوگ سراپا احتجاج ہوں گے، توانائی کا بحران ہوگا تو کیسے بے روزگاری پر ہم قابو پائیں گے؟ اسی طرح میرے قلات میں تین معصوم بچیوں پر تیزاب چھڑک کر ان کے چہروں کو مسخ کیا گیا۔ وہ آج بھی ہسپتال میں زخموں سے کراہ رہی ہیں۔ مجرم آج تک نہیں پکڑے گئے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دالبندین اور نوشکی میں بھی واقعات ہوئے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: دالبندین اور نوشکی میں بھی اس طرح کے واقعات ہوئے ہیں۔ ہم کہاں جارہے ہیں؟ ہماری حکومت ہے، ، ہمارے ادارے ہیں، میں یہاں سے نکلتا ہوں، پچاس اداروں کے لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں، کہاں گئے، کہاں بیٹھے، کس کے ساتھ بیٹھے، مشاہداللہ صاحب اپوزیشن میں ہیں ان کو سلام تو نہیں کیا۔ جناب چیئرمین! یہ ہے صورتحال، یہ ہیں حقائق۔ میں خود حکومت میں ہوں، بلوچستان کے اندر میں حکومت کا حصہ ہوں، اس بے بسی کا میں اظہار کررہا ہوں کہ یہ ہو رہا ہے ملک میں۔ بے روزگاری کے خاتمے کے لیے ریاست میں امن قائم کرنا ہوگا، قومی خواہشات کے مطابق پالیسیوں کی ازسرِ نو تشکیل ہوگی۔ سب جماعتوں نے مل کر قرارداد پاس کی، ایک قومی پالیسی بنی، کیا ہوا جناب چیئرمین، اس حوالے سے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ معصوم بچیوں کے مجرم ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ میں آپ کے توسط سے مطالبہ کروں گا کہ حاجی ولی محمد کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔ خلیل احمد بلیدی کو بازیاب ہونا چاہیے، عزت دار آدمی ہے۔ اگر حکومت کی سوچ الگ، اداروں کی سوچ الگ ہوگی تو پھر ہم کبھی بھی ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہیں ہوسکیں گے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، وزیرِ داخلہ نے یہاں وعدہ کیا تھا، ان سے مولانا خلیل بلیدی کے حوالے سے رابطے بھی ہوئے ہیں لیکن آج تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی، وہ بھی اپنی بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں۔ شکریہ۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب چیئرمین! میرا ایک point of personal explanation ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب چیئرمین! میرے بھائی، میرے colleague Senator نے مجھ پر بہت بڑے بڑے الزامات لگا دیے۔ میں نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ اگر آپ حکومت میں ہیں اور اگر آپ حکومت میں رہ کر اتنا بے بس محسوس کر رہے ہیں، تو آئیے اس گروپ میں بیٹھ جائیں جو کم از کم کھلے عام سچ تو بول سکتے ہیں۔ اگر آپ کی وہاں ایوان میں بیٹھ کر اتنی زبان پر پابندی ہے، اگر آپ کی کابینہ میں بیٹھے ہوئے اراکین اتنے بے بس ہیں کہ کچھ نہیں کر سکتے، بلوچستان میں آپ کی حکومت ہے، ہماری بہنوں کے چہروں پر تیزاب پھینکا جا رہا ہے، ہماری بچیوں کو جلایا جا رہا ہے، ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے، کوئی ہسپتال تک نہیں پہنچا ان کو دیکھنے کے لیے تو آپ ہمارے ساتھ آجائیں۔

(مداخلت)

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب! تحمل، تحمل، اسلام میں سب سے بڑی بات تحمل ہے، please صبر کریں اور سنیں، برداشت کریں۔ جناب! میری بھی بات سُن لیں، ہم روز سنتے ہیں، میں کبھی کبھی بولتی ہوں، آج آپ میری بات بھی سن لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ مجھ سے مخاطب ہوں۔ زاہد خان صاحب! سن لیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! اگر آپ انہیں وقت دے رہے ہیں تو ہمیں بھی موقع دیں۔

سینیٹر نیلوفر بختیار: جناب! بگٹی صاحب کا واقعہ جب ہوا، اس وقت بھی یہ لوگ ہمارے ساتھ ہی تھے، ذرا تاریخ کو یاد کر لیں تو ان کی مہربانی ہو گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ خاص طور پر جو نکات سامنے آئے ہیں، ولی محمد قلندرانی صاحب، خلیل احمد بلیدی اور اسی طرح کے اور cases بھی، یہ معاملات میں Interior Committee اور Human Rights Committee کے حوالے کرتا ہوں۔ اگر میرے Senators دوست اور بھی اس طرح کی چیزیں point out کرتے ہیں، تو ہم اپنی Committees کو active کرتے ہیں کہ ذرا جواب طلبی کریں۔ مجیب الرحمٰن اور خاتون پروفیسر کا معاملہ اور acid attacks کے معاملے بھی Interior Committee کے سامنے آئیں، let us focus on these things اور ہم

committees کو فعال بنا کر ذرا کھچائی کریں، جواب طلبی کریں اور دیکھیں کہ تدارک کیا ہوا۔ جی ولی بادینی صاحب۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب چیئرمین! اس مسئلے کا تدارک کیا جائے، سنی سنائی بات نہیں ہے، ابھی دو تین شہروں میں یہ معاملہ ہوا ہے، ایسا دن بھی آئے گا کہ یہ سارے بلوچستان میں پھیل جائے گا، آپ کے control سے نکل جائے گا، آپ بعد میں پچھتائیں گے۔ باقی سب چیزیں ٹھیک ہیں۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: اسی لیے میں نے refer کر دیا ہے اس معاملے کو Human Rights Committee اور Interior Committee کو کہ دونوں jointly اس کو investigate کریں اور ہمیں اس کا تدارک چاہیے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: آپ ضرور refer کریں۔ جیسے شریف آدمیوں کے نام لیے جا رہے ہیں، جن کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں، ایک ڈاکٹر عافیہ کی وجہ سے سارا ملک ہلا ہے لیکن ہمارے سارے لوگ جاتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہ ظلم نہیں ہے تو کیا ہے ہمارے ساتھ؟

جناب ڈپٹی چیئرمین: صحیح بات ہے۔ تشریف رکھیں۔ جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! ہمارے جو points of order ہیں وہ تین وزارتوں سے متعلق ہیں، Finance سے، Communication سے اور Water and Power سے، اگر وہ Ministers ادھر آتے ہیں تو ہم points of order اٹھالیں گے ورنہ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہم committees کو refer کریں گے، پیشیاں پڑیں گی اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اگر وہ نہیں آتے تو committees میں پیش کر دیں گے کیونکہ ادھر بھی House چل رہا ہے اور ادھر بھی مسئلے اٹھے ہوئے ہیں۔ جی محبت مری صاحب۔

سینیٹر میر محبت خان مری: جناب والا! یہ دو مسئلے نہیں ہیں اور بہت سارے مسائل ہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک خاتون پروفیسر جو بلوچوں کی عزت کی آخری حد ہوتی ہے اگر اس کو بھی اس بنا پر قتل کر دیا جائے کہ وہ پنجابی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: کوئی بھی ہو، سیکولر ہو، مسلمان ہے، انسان ہے۔

سینیٹر میر محبت خان مری: آپ کہہ سکتے ہیں لیکن اب وہاں پر مسلمانی نہیں ہے۔ اگر اس کو بھی قتل کر دیا جائے تو آپ اس کو کیا کہیں گے؟ آپ لوگ ٹی وی پر دیکھتے ہیں اور اخبارات میں پڑھتے

ہیں کہ آئے روز ٹیچروں کا قتل عام ہو رہا ہے، اس مسئلے کو بھی کمیٹی میں شامل کریں۔ کوئٹہ شہر میں گورنر ہاؤس، جو بلوچستان میں سب سے بڑا گھر ہے، گزشتہ دو سالوں سے اس پر بھی راکٹ لانچر آ کر گر رہے ہیں، اس مسئلے کو بھی کمیٹی میں شامل کریں۔ ہم لوگ مائننگ کرتے ہیں، پرسوں کی بات ہے کہ میرا ایک ٹرک ڈرائیور کوئلہ لے کر جا رہا تھا، اسے راکٹ کا نشانہ بنایا گیا اور وہ چھلنی چھلنی ہو گیا، اس کو بھی اس کمیٹی میں شامل کریں۔ اغواء برائے تاوان آپ بھی سن رہے ہیں، ہم بھی سن رہے ہیں، لوگوں کو اغواء کر کے پیسے لے کر چھوڑا جاتا ہے، جانے پہچانے لوگ ہیں، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اگر کوئی چھپا رہا ہے تو میں آپ کے سامنے کہہ رہا ہوں۔ پولیس والوں کا قتل عام، پولیس کس کی ہے؟ پولیس ہم سب کی ہے، ہمارے جان و مال کی حفاظت کرتی ہے، اگر ان کے ساتھ اس طرح ہو رہا ہے تو پھر اس مسئلے کو بھی کمیٹی میں شامل کریں۔ جس طرح remote control bombs سے لوگوں کو سائیکلوں اور رکشوں میں شکار بنایا جا رہا ہے۔ ایک طرف اتنی زیادہ گرمی، بارشوں کا نہ ہونا، بھوک اور بے روزگاری جبکہ دوسری طرف راکٹوں اور remote control bombs سے لوگوں کو مارنا۔ کوئی جا کر ان بے چاروں سے پوچھے کہ اس وقت وہ کس حال میں ہیں؟ ہسپتالوں میں دوائیاں نہیں ہیں۔ خواتین پر ایک منظم پروگرام کے تحت تیزاب پھینکا جا رہا ہے، یہ ایک منظم پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔ اس میں کون لوگ ملوث ہیں؟ وہاں کے لوگ جانتے ہیں۔ بلوچوں کے خلاف پھر ایک سازش ہو رہی ہے کہ اگر تھوڑی تعداد میں ہماری بچیاں سکولوں یا کالجوں میں جا رہی ہیں تو ان کو بھی اس طرح ڈرایا جائے کہ وہ بھی آگے نہ پڑھ سکیں اور اندھیرے میں رہیں۔ ان کا مقصد بلوچوں کو اندھیرے میں رکھنا ہے۔ اگر یہ بلوچیت ہے تو میں کہتا ہوں کہ پھر میں بلوچ نہیں ہوں، ہمیں تعلیم چاہیے، ہمیں روزگار چاہیے، ہمیں امن چاہیے، جو علاقہ میرا ہے اس کا مالک بھی میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ ہم آخری دم تک اپنی جگہ نہیں دیں گے۔ کوئی قوم پرست بنے تو بنے ہمیں ایسی قوم پرستی نہیں چاہیے۔ جناب والا! اگر کمیٹی میں مسائل ڈالنے ہیں تو یہ تمام مسائل کمیٹی میں discuss کرنے ہوں گے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: محبت خان مری صاحب پہلے بھی بات ہوئی ہے، یہ سب چیزیں committees کو refer ہوں گی اور آپ کو special invitation پر بلایا جائے گا۔ یہ تمام مسائل Standing Committee on Human Rights and Standing Committee on Interior میں آپ خود check کریں گے۔ ان کمیٹیوں میں بلوچستان کے آفیسر یہاں آئیں اور ان کا جواب دیں۔ جی مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: (عربی) اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں خالد محمود سومرو صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایک انتہائی اہم تحریک پیش کی ہے۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: آپ کو ذرا interrupt کر رہا ہوں، مختصر تقریریں کریں تاکہ پھر دوسری چیزیں take up کر لیں کیونکہ اس طرح کافی late ہو جائیں گے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: پھر میں کل بات کر لوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: نہیں آپ آج بات کر لیں لیکن دو تین منٹ میں بات کر لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: آپ تھوڑی سی تکلیف ہماری بھی برداشت کر لیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ہم آپ کو سنتے ہیں، آپ کے شعر بھی سنتے ہیں۔ آج کل تو برداشت کا موسم ہے، بجلی کو برداشت کریں، لوڈشیڈنگ کو برداشت کریں، مہنگائی کو برداشت کریں، بے روزگاری کو برداشت کریں، افسر شاہی کی بے حسی کو برداشت کریں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: اب مشاہد اللہ کو برداشت کریں۔ جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بے روزگاری پر بہت مرتبہ بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔ بے روزگاری ختم ہونی چاہیے کیونکہ کسی کو اس سے انکار نہیں ہے، بے روزگاری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ جیسے کہتے ہیں ناں کہ:

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

کہ یہ مسئلہ حل کیسے ہوگا؟ میں اصل میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جب تک آپ اس کی جڑ تک نہیں پہنچیں گے کہ یہ بے روزگاری کیوں ہوئی ہے؟ اتنی تیزی سے کیوں بڑھی ہے؟ اس کی وجوہات کیا ہیں اور ان وجوہات کو دور کیے بغیر کیا ہم بے روزگاری دور کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جناب چیئرمین! میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ early 80s میں چلے جائیں، 70s میں چلے جائیں اس وقت اس ملک میں کوئی خاص بے روزگاری نہیں تھی، مہنگائی نہیں تھی، کھانے پینے کی چیزیں بھی ملتی تھیں، لوڈشیڈنگ بھی نہیں تھی، پانی کا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا، گیس بھی تھی، ہر چیز تھی، پھر اچانک اس ملک پر کیا آفت آئی کہ ہر چیز کم ہونی شروع ہو گئی، کچھ چیزیں ختم ہو گئیں۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ 1985 کے بعد privatization کی جو policy آئی ہے اور foreign investors کو ہم نے یہاں پر مدعو کیا اس کے پیچھے کہانی صرف یہ ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، برائے

مہربانی آپ آکر ہمارا کام کریں۔ خودانحصاری کی پالیسی کو ہم نے ختم کیا۔ ہم نے اعتدال کی پالیسی کو ختم کیا۔ Imperialism نے چند لوگوں کی عیاشیوں کے چکر میں ڈاکے مارنے کے نئے قوانین دنیا میں بنائے اور ہم نے accept کیا ان ڈاکوؤں کو، چاہے وہ IMF کی صورت میں ہوں یا World Bank کی صورت میں ہوں یا ان کے جتنے ایجنٹ یہاں پر وزراء خزانہ بنتے ہیں ان کی صورت میں ہوں یا جتنے نجکاری کے وزراء بنتے ہیں اور ان کی 'ایجنٹی' کرتے ہیں، ان کی پالیسیوں کو تو دیکھیں۔ میں لمبی چوڑی بات نہیں کرنا چاہتا، آج کے وزیر خزانہ کو دیکھیں، یہ وہی وزیر خزانہ ہیں جنہوں نے پرویز مشرف کے دور میں اسٹیل ملز کو، KESC کو اور حبیب بنک کو اپنے آقاؤں کے کہنے پر کوڑیوں کے بھاؤ لوگوں کو دے دیا۔ چند ارب روپے میں حبیب بنک کو دے دیا گیا۔ KESC کو برباد کر دیا گیا۔ KESC پہلے بجلی پیدا کرتی تھی، آج اس کے پاس بجلی نہیں ہے، آپ نے اس کی privatization کر دی ہے۔ انہوں نے اسٹیل ملز کا بیڑہ غرق کیا اور اسی نجکاری کے وزیر کو انہی کے کہنے پر آج پھر وزیر خزانہ بنا دیا گیا۔ اصل میں یہ وہ مسائل ہیں جن کی وجہ سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بے روزگاری ایسے دور نہیں ہو سکتی، اس وقت چار پانچ کروڑ لوگ بے روزگار ہیں۔ ہم صرف بھرتیاں کر کے بے روزگاری دور نہیں کر سکتے، صرف پندرہ بیس فیصد لوگوں کی بھرتیاں اس ملک میں ہوتی ہیں، باقی لوگ کیا کریں گے؟ بنیادی بات یہ ہے کہ جب تک خودانحصاری کی پالیسی اختیار نہیں کی جائے گی، یہ مسائل یوں ہی رہیں گے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ آج contractual labour, daily wages labour کی کوئی protection نہیں ہے۔ آپ ایک طرف صحت کی بات کرتے ہیں، مجھے ایک بات بتائیں کہ جو آدمی daily wages پر ملازم ہے اس کی صحت کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے؟ جس کو پتا نہیں ہے کہ کل صبح میں نوکری پر ہوں گا یا نہیں ہوں گا، اس کا دماغ کیسے کام کر سکتا ہے۔ آپ ظالمانہ پالیسیاں بناتے ہیں، ان کے repercussions ہوتے ہیں، ان کا علاج نہیں ہے، ان کی career planning نہیں ہے، ان کی promotion نہیں ہے۔ حکومت چھ یا سات ہزار روپے ماہوار مشاہرہ مقرر کرتی ہے لیکن لوگ ان کو تین چار ہزار روپے بھی بمشکل دیتے ہیں اور پھر احسان بھی کرتے ہیں۔ آپ 1985 سے لے کر آج تک آجائیں کہ یہاں پر جتنے بڑے بڑے industrialists ہیں، جس کی ایک فیکٹری تھی آج اس کی چھ فیکٹریاں ہیں، ملک میں بھی ہیں اور ملک سے باہر بھی ہیں۔ ان کے پیٹ تو موٹے ہو گئے ہیں لیکن مجھے بتایا جائے کہ یہ privatization کی پالیسی اور investment policy آئی اس سے پاکستان کے مزدوروں کو، محنت کشوں کو، غریب لوگوں کو کیا ملا ہے؟ کچھ نہیں ملا ہے۔ اگر وہ اس وقت روٹی عزت سے کھا لیتے تھے تو آج وہ بھی نہیں کھا سکتے ہیں، آج

تو وہ بے چارے چیخ رہے ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ جب تک آپ روزگار پیدا نہیں کریں گے، آپ روزگار پیدا نہیں کر سکتے جب تک imperialism and capitalism کے جو سرخیل ہیں، جو دنیا میں بے روزگاری پھیلاتے پھر رہے ہیں، جو دنیا میں لوگوں کو بھوکوں مار رہے ہیں، جب تک آپ ان سے جان نہیں چھڑائیں گے اس وقت تک آپ یقین کریں کہ اس ملک سے نہ بے روزگاری دور ہو گی نہ مہنگائی دور ہو گی، کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا۔ آپ اعتدال کی بات کریں، اعتدال اوپر سے شروع کریں، President House سے اعتدال شروع کریں۔ ہر طرف اعتدال ہو گا، خود انحصاری ہو گی۔ لوگوں کے حقوق کو protect کریں صرف اپنے حقوق کو protect نہ کریں۔ لوگوں کی ملازمتوں کو protect کریں، لوگوں کو صحت دیں، لوگوں کو تعلیم دیں۔ اس کے بعد دیکھیں یہاں پر صنعتی انقلاب آتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد دیکھیں یہاں پر زرعی انقلاب آتا ہے یا نہیں۔ ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود ہمارے لوگوں کے پاس کھانے کو نہیں ہوتا۔ نہ کبھی گندم ہوتی ہے، نہ چینی ہوتی ہے۔ ہوتا سب کچھ ہے۔ مسئلہ صرف نظام کا ہے۔ اس نظام کو چلانے والے لوگ، اس نظام کو چلا کر اپنے پیٹ بھرنے والے لوگ۔۔۔، ایک شخص اگر ایک روپیہ کماتا ہے تو دوسرا دس ہزار کما رہا ہے۔ اسے اس ملک سے کوئی محبت نہیں ہے۔ کس لیے محبت نہیں ہے؟، پہلے محبتیں ہوا کرتی تھیں۔ آج محبتیں اس لیے ختم ہوتی جا رہی ہیں کہ یہ نظام ایسا ہے۔ یہ materialism کا نظام ہے، یہ مادہ پرستانہ نظام ہے۔ مادہ پرستی میں، materialism میں کوئی محبت نہیں ہوتی، کوئی اخلاقیات نہیں ہوتیں صرف ایک ہی بات ہوتی ہے کہ اپنا پیٹ کیسے بھریں گے؟ آپ کی ایک فیکٹری ہے تو آپ دس کیسے لگائیں گے۔ آپ جس کا چاہیں استحصال کریں۔ آج یہ استحصالی نظام ہے۔ اس نظام سے جب تک آپ جان نہیں چھڑائیں گے۔۔۔، دیکھیں ہو یہ رہا ہے کہ آج اس ملک کا بے روزگار، اس ملک کی کچی آبادیوں میں رہنے والے باسی، اس ملک کے public sector میں کام کرنے والے اور private sector میں کام کرنے والے انتہائی غریب مزدور سوال کرتے ہیں اور وہ سوال یہ کرتے ہیں کہ:

جہانِ کہنہ کے مفلوج فلسفہ دانو!
نظامِ نو کے تقاضے سوال کرتے ہیں
کہ شاہراہیں اسی واسطے بنی تھیں کیا
کہ ان پہ دیس کی جنتا سسک سسک کے مرے
زمیں نے کیا اسی کارن اناج اگلا تھا؟

کہ نسل آدم و حوا بلک بلک کے مرے
ملیں اسی لیے ریشم کے ڈھیر بنتی ہیں
کہ دختران وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اسی لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں
اور زمین کی قوت تخلیق کے خداوندو!
ملوں کے منتظمو! سلطنت کے فرزندو!
پانچ کروڑ فسردہ گلے سڑے ڈھانچے
نظام زر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں
نحیف ہونٹوں سے دم توڑتی نگاہوں سے
بشر بشر کے خلاف احتجاج کرتے ہیں

جناب چیئرمین! میں لمبی تقریر نہیں کرنا چاہتا، اس topic پر بڑی لمبی بات بھی ہو سکتی ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم چاہیں، ہماری حکومت چاہے ، ہمارے قومی راہنما چاہیں، ہمارے وزراء چاہیں، ہمارے وزیراعظم چاہیں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ کرتے نہیں ہیں۔ اس لیے نہیں کرتے، دیکھیں جو سگھڑ عورت ہوتی ہے وہ بڑے کم پیسوں میں گھر کو بڑا اچھا چلا کر دکھاتی ہے۔ اس کے گھر میں صفائی بھی ہوتی ہے۔ اس کے بچوں کے کپڑے مہنگے نہ بھی ہوں، صاف ضرور ہوتے ہیں۔ وہ utility bill کی defaulter بھی نہیں ہوتی۔ کم کھاتے ہیں۔ سادہ کھاتے ہیں لیکن کسی سے مانگتے نہیں اور جو پھوہڑ عورت ہوتی ہے جناب چیئرمین! اس کو آپ لاکھوں روپے دے دیں، اس کے گھر میں دھول اڑ رہی ہوتی ہے۔ اس کے گھر میں جھنکاڑ ہوتا ہے، اس کے گھر کی light کٹی ہوئی ہوتی ہے،وہ پی سی سے کھانا منگوا کے کھاتی ہے۔ وہ اللے تللے کر کے سیلون میں یا جم میں جا کر اپنی صحت ٹھیک کر رہی ہوتی ہے۔

آج یہ حکومت جناب چیئرمین! پھوہڑ عورت چلا رہی ہے۔ اس پھوہڑ عورت کو سگھڑ عورت میں تبدیل کرنا ہے جناب چیئرمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: چاروں وزرائے اعلیٰ میں سے سگھڑ عورت کونسی ہے، اس کا نام بھی لے لیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں تو general بات کر رہا ہوں، ideological بات میں کوئی انفرادی بات نہیں ہوتی۔ میں بڑے دکھ اور تکلیف سے بات کر رہا ہوں۔ میں کچی آبادیوں میں بھی گیا ہوں۔ میں محنت کشوں میں رہا ہوں ساری زندگی۔ مجھے معلوم ہے کہ بندۂ مزدور کے اوقات تنگ کتنے ہیں۔ لوگ کتنی تکلیف میں ہیں۔ اس تکلیف کو شاید ہم محسوس کر نہیں سکتے کیونکہ ہمارے بچے لندن میں پڑھتے ہیں، امریکہ میں پڑھتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا ناں کہ

فرنگی کا جو میں دربان ہوتا
تو جینا کس قدر آسان ہوتا
میرے بچے بھی امریکہ میں پڑھتے
میں ہر گرمی میں انگلستان ہوتا
جھکا کے سر کو ہو جاتا جو سر میں
تو لیڈر بھی عظیم الشان ہوتا
زمینیں میری ہر صوبے میں ہوتیں
میں واللہ صدر پاکستان ہوتا

ہمیں اس دائرے سے نکلنا ہوگا، اس حصار سے نکلنا ہوگا۔ آج حکومت یہ طے کر لے کہ سگھڑ عورت کی طرح ہم نے یہ حکومت چلانی ہے۔ ہم نے پورا ٹیکس لینا ہے۔ ہم نے کسی منظور نظر شخص کو پی آئی اے میں نہیں لگانا، سٹیل مل میں نہیں لگانا۔ کسی کو کرپشن نہیں کرنے دینی اور کرپشن سے جو دو ہزار ارب روپے ضائع ہو رہے ہیں وہ ہم نے بے روزگاری پہ لگانے ہیں، غریب پر لگانے ہیں، پانی پر لگانے ہیں، یوٹیلٹی پر لگانے ہیں تو یقین کریں یہ کام سگھڑ عورت ہی کر سکتی ہے لیکن اگر یہ کام انہوں نے نہ کیا تو French revolution کی دستک زیادہ دور نہیں وما علینا الا البلاغ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے ظفر علی شاہ صاحب forego کریں گے۔ میرا خیال ہے آتش جوانی لیبر لیڈر۔۔۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: میں تو ڈیڑھ دو منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: دو منٹ لے لیں شاہ جی، اب سادات کو ہم نہ نہیں کر سکتے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: بڑی مہربانی جناب چیئرمین، میں بہت مشکور ہوں آپ کا اور میری تقریر مختصر بھی ہوگی۔ جناب چیئرمین! میں سومرو صاحب کا بڑا مشکور ہوں کہ انہوں نے بے روزگاری

پر بات کی۔ Treasury benches کی، حیدری صاحب نے بات کی۔ جناب چیئرمین! آج اس وقت پاکستان میں political power کا مرکز، زلزلے کا مرکز نہیں، political power کا مرکز لاڑکانہ ہے اور آپ نے دیکھا کہ بے روزگاری پر احتجاج اور جو چیخ اٹھی وہ بھی لاڑکانہ سے اٹھی، سومرو صاحب کی چیخ لاڑکانہ سے ہی اٹھی۔ میں ابھی باقی ملک کی چیخ و پکار کی بات نہیں کررہا۔ حیدری صاحب component ہیں اس کے، یہ میں صرف اس لیے جناب کو عرض کررہا ہوں کہ یہ نشانی ہے bad governance کی اور میں مشکور ہوں ان کا اس لیے کہ انہوں نے میری بات کی، میری سے مراد حزب اختلاف کی بات کی۔ میں ان کا بہت مشکور ہوں اور انہیں بھی میں شکریے کا موقع دیتا ہوں کہ میں ان کے behalf پر بات کرنا چاہتا تھا۔ میں بطور حکومت بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین! ابھی آدھا گھنٹہ ہوا، میری حکومت فرضی ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں حکومت کا کوئی حصہ بن گیا ہوں۔ مجھے پارٹی سے نہ نکال دیا جائے۔ موجودہ حکومت ساڑھے تین کلو کا کتابچہ، اس کا وزن ساڑھے تین کلو ہے، اس کا ایک صفحہ ایک سو گرام کی قیمت سے بھی قیمتی اس کا پیپر ہے۔ roughly اندازے سے میں نے بڑا ڈھونڈا، مجھے printing کا پتا نہیں چلا کہ وہ کونسا خوش قسمت پرنٹنگ پریس ہے جس نے یہ چھاپا اور جس کا روزگار کھلا اور کتنا کھلا۔ وہ مجھے کہیں نہیں ملا۔ اب ان تین سو پینتیس صفحات میں، میں نے ایک صفحے سے ڈھونڈنا شروع کیا اور دوسرے صفحے تک گیا کہ دو سالہ کارکردگی کے اس کتابچے میں بے روزگاری کی بات بھی کوئی ملے گی یا روزگار کی بھی کوئی بات ملے گی۔ وہ بھی ایک صفحے پر ملی ہے میں جناب کو ابھی عرض کرتا ہوں۔

میں نے یہ کہا کہ میں ان کے behalf پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین، پاکستان کی سب سے بڑی پارٹی اور موجودہ حکومتی پارٹی کا نعرہ تھا کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ عوام کیا بلا ہوتی ہے۔ ہمیں پتا چل گیا ہے کہ طاقت کا سرچشمہ کہاں ہے۔ یہ بے روزگاری کی بات کرتے ہیں کہ بے روزگاری کو ہم ختم نہیں کرسکے۔ جناب چیئرمین، ہم نہیں ختم کرسکے۔ ہم تو اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ روزگار، self made روزگار کو بھی کسی طرح ختم کیا جائے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے ایک پالیسی دی ہے اور سات اور آٹھ بجے کے بعد دکانیں بند کرنے کا ہمیں order دیا گیا ہے۔ یہ ان لوگوں کو ہے جن کا روزگار لگا ہوا ہے۔ ہم تو اس چکر میں ہیں کہ جن کے روزگار لگے ہوئے ہیں ان کے روزگار تباہ و برباد کردیں۔ یہ بے روزگاری ختم کرنے کا ہم سے مطالبہ کررہے ہیں۔ چھ سات بجے، آٹھ بجے کے بعد بازار بند ہوجاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم تو غریب کا گلا گھونٹنے پر لگے

ہوئے ہیں۔ ہم غربت تو ختم نہیں کر سکے اور ابھی آپ نے دیکھا کہ پٹرولیم کی قیمتیں بڑھیں اور سب سے زیادہ قیمت Kerosene oil کی بڑھی۔ کس لیے؟ اس لیے کہ kerosene oil سے غریب دیئے جلاتے ہیں۔ kerosene oil سے دیئے جلتے ہیں اور labour دیئے جلاتی ہے۔ اسے بلب لگانے، energy savor لگانے یا ٹیوب لگانے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جناب چیئر مین! ہم نے سب سے زیادہ قیمت اس کی بڑھائی ہے اس لیے کہ غریب دیے جلانے سے بھی باز آجائے۔ اس کو کیا تکلیف ہے، دیا نہ جلا تو تب کیا ہوگا۔ کارخانے بھی تو بند پڑے ہیں۔ بڑی بڑی فیکٹریاں بھی تو بند پڑی ہیں۔ اگر غریب کے گھر دیا نہ جلا تو تب کیا ہوگا۔

جناب چیئر مین! bad governance and good governance کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ بعض اوقات کبھی ٹی وی میں جائیں یا کوئی پریس والا یا کوئی intellectual پوچھتا ہے کہ جناب! good governance and bad governance ہوتی کیا بلا ہے؟ سچی بات ہے مجھے خود پتا نہیں ہے لیکن اب بات سمجھ آگئی ہے کہ bad governance وہ ہوتی ہے کہ جب گورنمنٹ کے اپنے حصے بخرے چیخنے لگیں، جب وہ چیخنے لگیں، جب وہ یہ کہیں کہ اگر ان کی بلوچستان کی حکومت بھی چیخیں مار رہی ہے، ان کی سندھ کی حکومت بھی چیخیں مار رہی ہے، اگر ان کی مرکز کی حکومت بھی چیخیں مار رہی ہے تو اس سے بڑی bad governance کیا ہوگی۔

جناب چیئر مین! ہم سے تو غلطی ہوگئی ہے کہ Labour Day پر ہم نے مزدور کی تنخواہ سات ہزار روپے مقرر کی ہے۔ اگلے دن میں خود ایک جگہ مطالبہ کر رہا تھا کہ مزدور کی تنخواہ آدھا تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہونی چاہیے۔ جناب چیئر مین! آدھا تولہ، پھونک ماریں تو اڑ جاتا ہے۔ بعد میں مجھے کسی نے بتایا کہ کیا آپ کو پتا ہے کہ آدھے تولے سونے کی قیمت کتنی ہے، تولے کی چالیس ہزار روپے ہے تو آدھے کی بیس ہزار روپے بنتی ہے۔ اتنی رقم کیسے آپ مزدور کو دے سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین: تھوڑا کم کریں۔ خواتین سے پوچھ لیں، میرا خیال ہے سونے کی قیمت چھتیس ہزار روپے فی تولہ ہے۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: خواتین سے تو گھی کی قیمت پوچھیں، خواتین سے مرچوں کی قیمت پوچھیں، ان سے دال کی قیمت پوچھیں، ان سے بجلی اور سوئی گیس کے بلوں کے بارے میں پوچھیں اور پھر سات ہزار روپے کے متعلق پوچھیں کہ یہ جو بڑا تیر مارا گیا ہے، یہ کیا چیز ہے۔

جناب چیئرمین! باتیں تو بہت کرنی تھیں، بہرحال شکریہ کہ آپ نے دو باتیں کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ بخاری صاحب! آپ on behalf of the minister you will ask somebody to come and close the debate یا close کریں گے after some time.

(Interruptions)

Senator Sabir Ali Baloch: Sir just give me two minutes. I want to defend my party.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! صابر صاحب کو وقت دے دیں۔

جناب چیئرمین: صابر بلوچ صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب والا! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا، صرف دو منٹ لوں گا کیونکہ سینیٹر ظفر علی شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ موجودہ حکومت پیپلز پارٹی کی ہے۔ انہوں نے روٹی کپڑے اور مکان کا ذکر کیا اور انہوں نے غریبوں کے مسائل کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا کہ عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ ہم سب سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ان کا اشارہ کس طرف ہے۔ جناب والا! پیپلز پارٹی کی حکومت ہے لیکن it is not the responsibility of Peoples Party only کہ وہ تمام مسائل پر قابو پائے۔ یہ کام جناب آپ کا بھی ہے، آپ بھلے اپوزیشن میں بیٹھیں لیکن یہ ایک joint struggle ہے اس میں ہم سب مل کر اپنے ملک کے لیے، اس کے عوام کے لیے اور اس کے غریبوں کے لیے کام کریں۔ ہمارا اپنا منشور ہے، آپ کا اپنا منشور ہے۔ آپ نے دو مرتبہ اس ملک پر حکمرانی کی ہے۔ دو مرتبہ آپ کا وزیراعظم رہا ہے۔ آپ خود شاید وزیر رہے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور میں یہاں کون سی دودھ کی نہریں بہائیں یا آپ نے مزدوروں کو اتنا اونچا مقام دیا یا آپ نے وہ کون سا کام کیا کہ جس سے آپ کا سر فخر سے بلند ہو جائے۔ Criticize کرنا آسان ہے، اس حکومت کو آئے ہوئے دو سال ہو چکے ہیں آپ مجھے بتائیں کہ کبھی آپ کی پارٹی نے، آپ کی پارٹی کے لیڈر نے ایک دن بھی پیپلز پارٹی کے لیڈران کے ساتھ بیٹھ کر، مل کر کہا کہ آؤ مل کر اس ملک کی اکانومی کو ٹھیک کریں۔ اس ملک کے غریبوں کو تکالیف سے نجات دلائیں، یہاں بے روزگاری کا خاتمہ ہو یا جو بجلی کا بحران ہے یا جو دوسرے بحران ہیں ان کا مقابلہ کس طرح کریں۔ آپ نے ہمیشہ یہ کہا کہ فلاں amendment کو اس

طرح کرو، دو دفعہ وزیر اعظم کی شق کو ختم کر دو- فلاں کرو- کاغذات بھر دیے، ہر چیز بھر دی لیکن you never discussed the common people of this country. ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی یہ پارٹی ہے جس کو انہوں نے اپنے لہو سے بنایا تھا اور جس کے لیے انہوں نے جام شہادت نوش کیا- بے نظیر صاحبہ جو قتل ہوئیں، کس لیے؟ وہ اس غریب ملک کے عوام کی بہبود کے لیے، ان کی سر بلندی کے لیے، ان کے مسائل کے حل کے لیے، اس ملک کو دنیا میں ایک مقام دینے کے لیے شہید ہوئیں- جناب! آپ ایسی باتیں نہ کریں، خدا کے لیے آپ دل آزاری نہ کریں- ہم آپ کی دل آزاری نہیں کرتے-

جناب والا! میں ایک بات اور عرض کر دوں- مشاہد صاحب نے ایک بات کی ہے حالانکہ personally, honestly میں ان سے کبھی نہیں ملا، آپ انہیں جانتے ہوں گے- انہوں نے فنانس منسٹری کے متعلق بات کی ہے- بات یہ ہے جناب والا! یہ ایک serious حکومت ہے- یہ ایک serious motive پر چل رہی ہے - انہیں پتا ہے وہ ایک technocrat ہیں- انہوں نے جنرل مشرف کا زمانہ quote کیا، وہ زمانہ اور تھا کہ انہوں نے nationalization کی تھی یا فلاں کیا تھا- بات یہ ہے کہ وہ ایک autocratic دور تھا- وہ ایک autocratic شخص تھا- پتا نہیں کس طرح انہوں نے اس میں کیا کیا لیکن I assure you اب وہ ایک ذمہ دار حکومت کے ساتھ کام کر رہے ہیں- وہ ایک عوامی حکومت کے ساتھ کام کر رہے ہیں- وہ چیزیں نہیں دہرائی جائیں گی جن کا آپ کو تجربہ ہے- شکریہ-

(Interruption)

جناب ڈپٹی چیئرمین: سید ظفر علی شاہ-

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب والا! بلوچ صاحب میرے بزرگ ہیں، بھائی ہیں- انہوں نے میرا نام لے کر بات کی ہے- حیرانگی کی بات یہی ہے کہ جو لوگ ان کی گورنمنٹ کا حصہ ہیں، جنہوں نے انہیں صحیح معنوں میں criticize کیا ہے اور انہوں نے ٹھیک کیا ہے جن میں سومرو صاحب اور حیدری صاحب سر فہرست ہیں، ان سے ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی- اس کی وجہ یہ ہے کہ 'ماسی ویہڑا' بنا ہوا ہے- حزب اختلاف کے ایک رکن نے اگر ایک تھوڑے سے الگ انداز سے ان کی حکومت کو criticize کیا ہے تو ان کو تکلیف ہو گئی ہے اور ہو گئی ہے تو پھر ہوتی رہے- آپ اگر حکومت کریں گے اور bad governance کریں گے تو آپ کو اسی طرح کہا جائے گا- طاقت کا سر چشمہ عوام،

بلوچ صاحب! پیپلز پارٹی کا سارا منشور مجھے زبانی یاد ہے۔ میں جانتا ہوں، میں آپ کے کارکنوں کو جانتا ہوں۔ آپ کب تک [xxx]*۔ آپ تو اپنے لیڈر کے [xxx]*۔ آپ بھٹو کے [xxx] آپ [xxx] اور ہمیں یہ نہ پڑھائیں کہ یہ [xxx] بھٹو صاحب کے [xxx]، آپ ان کے ساتھ اس طرح treat کرنا چاہیں گے تو آپ کو جگہ جگہ criticism ملے گی۔ آپ ان کے ساتھ مت کھیلیں۔ یہ طریقے ہمیں نہ بتائیں۔ ایسی بات نہ کریں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہماری حکومت نے اور ہمارے لیڈر نے آپ کو مشورہ نہیں دیا، پہلے آپ اپنی جماعتوں کے مشورے تو مانیں۔ آپ اپنی اتحادی پارٹیوں کے مشورے نہیں مانتے۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ظفر علی شاہ صاحب، تھوڑے easy ہو جائیں۔

(Interruption)

Mr. Deputy Chairman: Madam! take it easy. Take it easy. Senate is supposed to be a very pragmatic and serious House.

(Interruption)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اس بات کو ادھر ہی روکیں۔ Madam! take your seat. Any thing which is unparliamentary, we will expunge it. Please take your seats.

(Interruption)

Mr. Deputy Chairman: House in order please. Please move the privilege motion. Anything unparliamentary stands expunged which I never accept.

(Interruption)

جناب ڈپٹی چیئرمین: پھر آپ ساری رات کھڑے رہیں گے۔ کل personal explanation کر لیں۔ پھر please مختصر رکھیں اور ایسے کریں کہ ماحول کو صحیح رکھیں۔

(مداخلت)

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب چیئرمین! میں تو کوئی گالی دینے والا آدمی نہیں ہوں، میں تو logic سے بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مختصر کر لیں۔ یہ سلسلہ ختم کریں۔

---

* *[XXX] Words expunged by orders of the Chair.*

سینیٹر مشاہد اللہ خان: جناب چیئرمین! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں۔ میری گزارش سن لیں۔ دیکھیں، یہ عجیب و غریب حکومت ہے۔ عبدالرحیم صاحب! ایک سیکنڈ، میری بات سن لیں۔ میں personal explanation پر ہوں۔ اس کے بعد آپ بات کر لیجیے گا۔ جناب چیئرمین! میں بات یہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو انہوں نے بات یہ کی ہے اور نواز شریف صاحب کا نام لے کر۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر سعیدہ! easy لیں۔ دیکھیں، اگر کورم پورا نہیں ہے تو گنتی کر لیں then I will adjourn the House. مشاہد صاحب! تھوڑا بیٹھ جائیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: نہیں جناب! بات تو سن لیں ناں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ پھر آپ بھی کسی کو بات نہ کرنے دیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: رحیم مندوخیل صاحب کورم point out کرنے والے ہیں۔

سینیٹر عباس خان: جناب چیئرمین! کورم پورا نہیں ہے۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: دیکھیں، میں نے حفیظ شیخ صاحب کی ایک بات کی تھی اور میں نے کونسی غلط بات کی ہے۔ کیا وہ پرویز مشرف کے وزیر نہیں رہے۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: تشریف رکھیں۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: میں نے یہ کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔ وہ نج کاری کے وزیر رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر میں نے کرپشن کی بات کی ہے تو کونسی غلط بات کی ہے۔ کیا PIA میں کرپشن نہیں ہے، کیا اسٹیل ملز میں کرپشن نہیں ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح نہیں چلے گا۔ دیکھیں رحیم مندوخیل صاحب! If you point out the quorum I will count them. مشاہد صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔ محبوب صاحب! quorum has been pointed, please count.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: اگر یہ بیٹھتے نہیں تو پھر ہم بھی جواب دیں گے۔ مشاہد صاحب! شور مت کرو۔ ہمیں بھی وہ انداز آتا ہے۔ اس طرح مت کرو۔آپ حالات کو خراب کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود کیا کیا ہے؟ اس ملک سے مال نکال کر سعودی عرب چلے گئے۔ وہ مال کس کا ہے؟ پاکستانی عوام کا مال ہے۔ یہاں سے کون بھاگ کر گیا ہے؟ اگر وہ باتیں کرتے ہیں تو پھر ہم بھی یہ ریکارڈ

پر لے کر آئیں گے۔ ہم بھی ان کو جانتے ہیں۔ یہ سارے ٹیکس چور ہیں، یہ بجلی چور ہیں۔ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب ڈپٹی چیئرمین: شاہ جی! بیٹھ جائیں۔ مائیک سب کے بند کر دیں۔ اچھا جی، quorum has been pointed out. The House stands adjourned to meet again on Tuesday, 4th May, 2010 at 10.30 in the morning.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, 4th May, 2010 at 10.30 a.m.]